19

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

17 تا 23 مئی 2007ء / 29 ربیع الثانی تا 5 جمادی الاول 28

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

چور مچائے شور

علماء کرام کے بائیس نکات

شیخ بدیع الزماں کی جلاوطنی

دعوت کی ضرورت

عدالتی بحران، اونٹ کس کروٹ...

راہِ حق کا سفر

جناب صدر! یہ ہے دہشت گردی

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

خالق کائنات کی

حیرت انگیز نشانایاں

کائنات تمام کی تمام اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی ہے۔ روز و شب کی گردش، دن رات کا الٹ پھیر، اور لیل و نہار کا اختلاف، ! ہر صبح کو اُبھرتا ہوا اور ہر شام کو ڈوبتا ہوا سورج، جس نے نہ کبھی طلوع ہونے میں کوتاہی کی اور نہ غروب ہونے سے باز رہا! رات کی تاریکی میں ہیروں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے اور سرگوشیاں کرتے ہوئے سیارگانِ فلک! ایک باریک شاخ کی صورت میں طلوع ہونے والا چاند، جو بڑھتے بڑھتے بدر کامل بن جاتا اور پھر گھٹتے گھٹتے پھر باریک شاخ کی طرح ہو جاتا ہے! زمین کے سینے کو شق کر کے نکلنے والا پودا اور اس میں پھوٹنے والی حسین و جمیل کونپلیں! چھوٹے چھوٹے محو پرواز پرندے! اور حقیر و کمتر کیڑے مکوڑے! نوزائیدہ اطفالِ حیوانات اور چونچوں سے دانہ دُنکا دیتی ہوئی اور دودھ پلاتی ہوئی ان کی مائیں! مردہ زمین سے اُبلتا ہوا زندگی کا سرچشمہ! عجیب نظام، حیرت انگیز انتظام! بڑی باریکی اور مہارت کے ساتھ چلنے والا نظامِ کائنات! کہیں کوئی ابتری نہیں! کوئی گڑبڑ نہیں! کروڑوں اور اربوں ستاروں میں سے کوئی ستارہ اپنے محور سے ایک انچ ادھر اُدھر نہیں سرکتا! زمانے کے نشیب و فراز! زمانہ کی حقیقت اور اس کا ادراک! اِس ساری عجیب و غریب اور حیرت انگیز کائنات میں گھرا ہوا کمزور و ناتواں انسان! یہ سب آیاتِ الٰہی ہیں! اور کائنات میں خالقِ کائنات کے وجود کی حیرت انگیز نشانیاں ہیں۔ لیکن انسان ان کے درمیان رہتے ہوئے ان کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر ان نشانیوں کے درمیان سے بغیر ان کی جانب توجہ کیے ہوئے اور بغیر ان پر غور کیے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

اسلام کا نظامِ تربیت

محمد قطب

الھدیٰ (278)

سورۃ المائدہ

(آیات: 101تا103)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَاۗىِٕبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٣﴾ ﴾

’’مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال مت کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بُری لگیں۔ اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو پر ظاہر بھی کر دی جائیں گی۔ (اب تو) اللہ نے ایسی باتوں (کے پوچھنے) سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے۔ اس طرح کی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں (مگر جب بتائی گئیں تو) پھر اُن سے منکر ہو گئے۔ اللہ نے نہ تو بحیرہ کچھ چیز بنایا ہے اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام بلکہ کافر اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں۔ اور یہ اکثر عقل نہیں رکھتے۔‘‘

ایک خاص مذہبی ذہنیت یہ ہوتی ہے کہ بال کی کھال اتاری جائے‘ چیزوں میں کھود کرید کی جائے۔ یہاں اس بات سے روکا گیا ہے۔ اے اہل ایمان! تم اُن چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو جو اگر تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں اچھی نہ لگیں۔ چنانچہ جب حج کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ﴿لله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا﴾، تو ایک صحابیؓ نے سوال کیا‘ حضورﷺ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضورﷺ نے سن لیا لیکن سنا ان سنا کر دیا اور رخ دوسری طرف کر لیا۔ انہوں نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ آپؐ نے اعراض فرمایا اور رُخ موڑ لیا۔ تیسری بار جب اُس نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپؐ ناراض ہوئے اور فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دوں تو حج ہر سال فرض ہو جائے گا۔ دیکھو! جن چیزوں میں اللہ نے ابہام رکھا ہے اُس میں تمہاری بہتری ہے‘ جو شخص ہر سال حج کر سکتا ہو وہ ہر سال کرے۔ لیکن فرضیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر سال کی قید نہیں لگائی۔ تم سوال کر کر کے اپنے لئے تنگی کیوں پیدا کر رہے ہو۔ جیسے بنی اسرائیل موسیٰؑ سے بار بار گائے کے متعلق سوال کرتے رہے کہ اُس کا رنگ کیسا ہو‘ عمر کیا ہو‘ وہ کیسی ہو اب جب ہر سوال کا جواب ملتا گیا تو ان نشانیوں کے مطابق گائے کی تلاش مشکل ہوئی۔ بہتر تھا کہ وہ ایسے سوالات نہ کرتے بلکہ حکم کے مطابق ایک گائے ذبح کر دیتے۔

اگر تم بھی سوال کرو گے اس وقت جبکہ ابھی قرآن کا نزول جاری ہے تو تمہارے سوال کے جواب میں پابندیاں لگتی جائیں گی‘ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی ہو اور بوجھ زیادہ پڑ جائے‘ وہ اپنی حکمت کے تحت کچھ چیزوں پر پردے ڈالے ہوئے ہے‘ لیکن اگر تم سوال کرو گے تو پھر وہ ظاہر کر دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزوں میں درگزر سے کام لیا ہے اور تم پر نرمی کی ہے۔ یہ کسی بھول کی وجہ سے نہیں (معاذ اللہ) اور اللہ تعالیٰ غفور ہے اور حلم والا ہے۔

تم سے پہلے بنی اسرائیل کے لوگ اس قسم کے سوال کرتے رہے اور پھر ایسا ہوا کہ وہ اس کا انکار کرنے والے بن گئے۔

دورِ جاہلیت میں چار چیزوں بحیرہ‘ سائبہ‘ وصیلہ اور حام کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ یہاں جاہلیت کے ان اوہام کو یہ کہہ کر رفع کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں مقرر نہیں کیں بلکہ کافروں نے یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی اکثریت عقل سے عاری ہے۔ ان چار چیزوں میں کسی طرح کا تقدس نہیں بلکہ یہ مشرکانہ اوہام اور اُن کی یادگاریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی کوئی سند نہیں۔ یہ چار چیزیں کیا ہیں؟ ان کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول سعید بن مسیبؒ کا ہے جو صحیح بخاری میں ہے اور جسے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے حواشی میں نقل کیا ہے۔ ’’بحیرہ‘‘ وہ جانور ہے کہ جس کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے‘ اور کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔ ’’سائبہ‘‘ جو جانور بتوں کے نام پر ہمارے زمانہ کے سانڈ کی طرح چھوڑ دیا جاتا تھا۔ ’’وصیلہ‘‘ وہ اونٹنی ہے جو مسلسل مادہ بچہ جنے‘ درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہو‘ اُسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ ’’حامی‘‘ نر اونٹ جو ایک خاص عدد سے جفتی کر چکا ہو‘ اُسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے۔ ان جانوروں کو وہ آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ اب انہیں کوئی ہاتھ نہ لگائے‘ اُن سے استفادہ نہ کرے نہ کوئی اُن کا گوشت کھائے‘ نہ صدقہ دے‘ نہ ان سے کسی طرح کی خدمت لے کہ یہ محترم ہو گئے ہیں۔ یہاں بتایا گیا کہ یہ سوچ غلط ہے۔ یہ چیزیں اللہ نے حرام نہیں ٹھہرائیں۔ اگر واقعتاً اللہ کی شریعت کے جو اجزاء ہیں اُن کی حرمت کو ملحوظ رکھنا ہے تو وہ بیت الحرام (کعبہ) شہر الحرام ھدی اور قلائد ہیں۔ یہ چار چیزیں ہیں جن کا ذکر ابھی پیچھے آیت نمبر 97 میں گزرا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

فضائلِ علمِ دین

عَنْ مُعَاوِيَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ)) (متفق علیہ)

حضرت امیر معاویہ ؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اسے دین کی سوجھ بوجھ عطا فرما دیتے ہیں۔‘‘

تشریح: قرآن وحدیث میں فضائل وغیرہ کے سلسلہ میں جس علم کا ذکر ملتا ہے اُس سے مراد صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ہے یعنی علم دین وشریعت! اس علم کے حصول کے لئے کچھ مبادیات اور مددگار علوم کی بھی ضرورت پیش آتی ہے‘ مثلاً صرف‘ نحو‘ لغت وغیرہ‘ لہٰذا یہ مبادیات بھی اس مقصد کے ساتھ دینی شمار ہوں گی۔ ویسے اصل دینی علم کا تعلق عقائد‘ اعمال‘ اخلاق اور حقوق وفرائض سے ہے‘ جس کی مدد سے انسان اپنی زندگی احکام الٰہی کے مطابق بسر کر کے اپنی عاقبت سنوار سکتا ہے۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 16
17 تا 23 مئی 2007ء
23 ربیع الثانی تا 5 جمادی الاول 1428ھ
شمارہ 19

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چور مچائے شور

صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے 12 مئی کو اسلام آباد میں ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری تاریخ کا سیاہ ترین دن تھا۔اِس لیے کہ ہمارے ملک میں اگرچہ جلسے جلوس اور لاٹھی گولی کا راج تو معمول کی بات ہے، خصوصاً شہر قائد گزشتہ بیس پچیس برسوں میں کئی مرتبہ خون میں نہایا، لیکن 12 مئی کی خصوصیت یہ تھی کہ اُس روز جب گزشتہ ربع صدی سے کراچی پر قابض مافیا شہر کو خونی غسل دے رہا تھا تو اسلام آباد متفکر اور مشوش نہیں تھا، بلکہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے ڈھول کی تھاپ پر لڈی اور بھنگڑے کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔اپنی سیاسی قوت کے اظہار پر جشن منایا جا رہا تھا۔ ہماری 60 سالہ تاریخ خون خرابے کی نظیر تو پیش کرتی ہے، خون خرابے پر حکمرانوں کے جشن منانے کی مثال پیش کرنے سے قاصر تھی۔ ہماری روشن خیال حکومت نے یہ معرکہ بھی سر کر لیا۔

کراچی میں 12 مئی کے روز جو قتل و غارت ہوا اُس کا ذمہ دار کون تھا، اِس کے لئے کسی سقراط بقراط کو فلسفہ بگارنے کی ضرورت نہیں۔ سیدھی سی بات ہے، پنجاب میں چیف جسٹس کے فقید المثال استقبال نے ہمارے باوردی صدر کی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔صوبہ سرحد پہلے ہی "انتہا پسندوں" کی گرفت میں ہے۔ روشن خیالی ایک دن کے لئے بھی وہاں پاؤں جما نہیں سکی۔ کراچی میں اگر چیف جسٹس کا پنجاب جیسا استقبال ہو جاتا تو حکمران کوئی جھوٹا سچا دعویٰ کرنے کی پوزیشن میں بھی نہ رہتے۔ اہم تر بات یہ تھی کہ صدر مشرف کی اتحادی ایم کیو ایم کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر ایم کیو ایم مخالف سیاسی قوتیں کراچی میں ایک بہت بڑا شو کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو اِس کا مطلب ہے کراچی اُن کے ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ لہٰذا ایم کیو ایم نے بھی 12 مئی کو ریلی نکالنے کا اعلان کر دیا۔ 11 مئی کو ہی شاہراہ فیصل پر مسلح افراد نے قبضہ کر لیا۔ اسلحہ کے بارے میں تو قائد ایک عرصہ سے کہہ رہے تھے، زیور بیچو ٹیلی ویژن بیچو، اسلحہ خریدو اسلحہ خریدو۔ سندھ ہائی کورٹ جانے والے تمام راستوں کو کنٹینرز اور بڑے ٹرالے کھڑے کر کے بند کر دیا گیا۔ چیف جسٹس کو کراچی ایئر پورٹ پر محصور کر دیا گیا۔ ایک نجی چینل پر سات گھنٹے مسلسل فائرنگ کی گئی اور بار بار درخواست کے باوجود اُسے کوئی سیکیورٹی فراہم نہ کی گئی۔ کیمرہ کی آنکھ نے گھر بیٹھے لوگوں کو یہ مناظر بھی دکھائے کہ مسلح افراد پولیس کی حفاظت میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ پولیس مسلح افراد کے احکامات پر بلا چوں و چرا اں عملدرآمد کرتی رہی۔ رینجرز بھی لاتعلق تھی۔ 13 مئی کی شام کو گورنر سندھ نے یہ حکمنامہ جاری کیا کہ ہم کسی کو کراچی کا امن وامان تباہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ گویا 12 مئی کو جو کچھ ہوا، وہ اجازت سے ہوا۔ خود صدرِ پاکستان نے بھی اسلام آباد کی ریلی میں اِس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا، ہم نے اسلام آباد اور کراچی میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے۔

یہ اُس قوم کے لیڈروں اور حکمرانوں کا فعل ہے جس کی الہامی کتاب میں لکھا ہے، جس نے ایک انسان کو ناحق قتل کیا، اُس نے گویا ساری انسانیت کو قتل کیا۔ اِسی کتاب میں اللہ رب العزت اپنے نیک بندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ کسی ناحق کا قتل نہیں کرتے۔ بہرحال اقتدار کی ہوس ایسی شے ہے کہ انسان آنکھیں رکھتے ہوئے اندھا ہو جاتا ہے۔ دل اُن کے سینوں میں دھڑکتے ہیں، لیکن پتھر سے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ شاطر اور ظاہراً ذہین لوگ پاگل پن کا بدترین مظاہرہ کرتے ہیں۔ فرعونوں، ہامانوں اور ہٹلروں کا عبرت ناک انجام پڑھتے سنتے اور جانتے ہیں، لیکن لکیر کے فقیر کی طرح اُن کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ فرعون نے اسرائیلی بچوں کو قتل کیا۔ تاتاریوں نے مسلمانوں کی کھوپڑیوں کے مینار بنائے۔ ہسپانیہ کے عیسائیوں نے مسلمانوں کا صفایا کیا۔ ہٹلر نے یہودیوں کو مارا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا۔ سانپ کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنے ہی بچے کھا جاتا ہے، 12 مئی کو قاتل اور مقتول سب مسلمان تھے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے مثال دینے میں مبالغہ آرائی کی ہے لیکن اگر میڈیا زندہ نہ ہوتا، جمہوریت جو دنیا کے ایمان کا حصہ بن چکی ہے، اُس کے اثرات سے ہم محفوظ رہ سکے ہوتے، دنیا کے گلوبل ولیج بننے کی وجہ سے شدید ردعمل کا اندیشہ نہ ہوتا تو کراچی کی سڑکوں پر ہر اُس شخص کی لاش گری ہوتی جس کی زبان پر چیف جسٹس کا نام بھی آتا۔ لہٰذا فرق صرف کمیت کا ہے، کیفیت کا نہیں ہے۔ بسنت منانے کی مثال لے لیں۔ جب موٹر سائیکل سواروں اور راہ گیروں کی گردنیں کٹنے لگیں تو چیف جسٹس نے ازخود نوٹس لے کر پتنگ بازی پر پابندی لگا دی۔ چیف جسٹس کی یہ حرکت بھی ناقابل برداشت تھی کہ وہ ہمارے (باقی صفحہ 17 پر)

رُباعیات

بالِ جبریل

سترھویں رباعی

سوار ناقہ و محمل نہیں مَیں
نشانِ جادہ ہوں منزل نہیں مَیں
مری تقدیر ہے خاشاک سوزی
فقط بجلی ہوں مَیں، حاصل نہیں مَیں

اقبال کہتے ہیں کہ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، میں نہ کوئی والا جاہ ہوں، جو ناقہ محمل سے ہٹ کر قدم نہیں رکھتا۔ نہ ہی میری حیثیت کسی منزل کی سی ہے۔ اس کے برعکس میں تو ایک نشانِ راہ کی مانند ہوں۔ میں تو فقط ایک بجلی ہوں، جو خس وخاشاک کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

اٹھارویں رباعی

ترے سینے میں دم ہے، دل نہیں ہے
ترا دم گرمیٔ محفل نہیں ہے
گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نُور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے!

اِس رباعی میں اقبال نے مسلمان کی حالتِ زار پر تبصرہ کیا ہے اور اس کے بعد اسے مناسب حال مشورہ دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اے مسلمان! تیرے سینے میں دل نہیں ہے۔ صرف دم ہے لیکن وہ بھی ناقص ہے کیونکہ تُو دنیا میں کوئی ہنگامہ برپا نہیں کر سکتا۔ یہ صورتِ حال اس لیے ہے کہ تُو نے اپنا رہنما عقل کو بنا رکھا ہے۔ پس اگر تُو کامیاب ہونا چاہتا ہے تو مرتبۂ عقل سے ترقی کر کے مرتبۂ عشق تک پہنچ۔ عقل بھی کار آمد ہے لیکن یہ چراغِ راہ ہے۔ منزل تو اللہ ہے اور اُس تک رسائی صرف عشق کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ اقبال نے عقل کو انسان کا خادم قرار دیا ہے۔ وہ انسان کی رہنمائی نہیں کر سکتی۔ یہ کام عشق کا ہے اور یہی اقبال کے فلسفے کا خلاصہ ہے۔

انیسویں رباعی

ترا جوہر ہے نوری، پاک ہے تُو
فروغِ دیدۂ افلاک ہے تُو
ترے صیدِ زبوں افرشتہ و حُور
کہ شاہینِ شہِ لولاکؐ ہے تُو!

اِس رباعی میں اقبال نے مسلمان کی حقیقت واضح کی ہے۔ کہتے ہیں کہ اے مسلمان! تُو اپنے آپ کو عناصرِ اربعہ کے امتزاج کا نتیجہ مت سمجھ۔ بے شک تیرا جسم مادی ہے لیکن تیرا جوہر تو نُوری ہے اور وہ کثافت مادی سے بالکل پاک ہے۔ تُو اشرف المخلوقات اور نائب خُدا ہے۔ ساری کائنات میں تجھ سے برتر کوئی ہستی نہیں ہے، فرشتے اور دوسری نُوری مخلوقات سب تیری خادم ہیں، بلکہ تُو اگر کوشش کرے تو اِن کو مسخر کر سکتا ہے۔ اپنا تابع فرمان بنا سکتا ہے، کیونکہ تُو سرکار دو عالم ﷺ کا غلام اور فیض یافتہ ہے اور اِس بات کا تذکرہ تو تحصیل حاصل ہے کہ جسے حضور انور ﷺ کی غلامی کا شرف حاصل ہو جائے وہ ساری کائنات پر حاکم ہو جاتا ہے۔ صدیق اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ اس بات کی زندہ مثالیں ہیں۔

بیسویں رباعی

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

یہ بڑی مشہور و معروف رباعی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت پر اس سے بہتر تبصرہ نہیں کیا جا سکتا۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایمانی حرارت بالکل مفقود ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ کتاب اور سنت سے منحرف ہو گئے ہیں اور اس بنیادی کمزوری کے علاوہ ان میں دیگر عیوب بھی پیدا ہو گئے ہیں مثلاً ان میں اتحاد اور اتفاق نہیں ہے۔ ان کے دل اطمینان سے محروم ہیں۔ اور اگر وہ عبادت کرتے ہیں تو اس میں اُنہیں کوئی لطف نہیں آتا اور ان سب نقائص کا سبب یہ ہے کہ ان میں محبت کا جنون جسے ''جذبِ اندروں'' سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں باقی نہیں رہا۔ پس اگر مسلمان اپنی تمام کمزوریوں کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں تو از سرِ نو مسلمان ہو جائیں یعنی عشق رسول ﷺ اختیار کر لیں۔

اکیسویں رباعی

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقامِ رنگ و بُو کا راز پا جا
برنگِ بحر ساحل آشنا رہ!
کفِ ساحل سے دامن کھینچتا جا

اس رباعی میں اقبال مسلمانوں کو دعوتِ عمل دیتے ہوئے ایک لائحۂ عمل بھی تجویز کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تیرے پاس خودی کا جو حربہ ہے وہ اس قدر کار آمد اور طاقتور ہے کہ اس کی مدد سے تُو پوری دنیا پر چھا جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی کے ذریعے ظاہر و باطن کے سارے بھیدوں سے آگہی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ سمندر کی مانند تیرا رابطہ تو بے شک برقرار رہنا چاہیے لیکن ساحل پر لہریں جو جھاگ اڑاتی ہیں اُن سے اپنا دامن بچا کے رکھ۔ مُراد یہ ہے کہ ایک مکمل انسان کی تعریف یہ ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ دنیا فانی ہے وہ تا زندگی اس میں عملی جدوجہد سے کام لے لیکن خود کو علائق دنیوی سے محفوظ رکھے۔

نفاذ اسلام کے لئے

علماء کرام کے بائیس نکات (iii)

(گزشتہ سے پیوستہ)

مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 11 مئی 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت، خطبۂ مسنونہ اور تمہیدی گفتگو کے بعد]

حضرات! 1951ء میں اسلامی دستور کی تدوین کے لئے مختلف مسالک اور مکاتب فکر کے نمائندہ علمائے کرام نے جو بائیس نکات پیش کئے تھے، اُن میں سے گیارہ کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث بقیہ گیارہ نکات (از 12 تا 22) کی تشریح گزشتہ جمعہ بیان ہونے سے رہ گئی تھی۔ آج ہم انہی نکات پر گفتگو کریں گے۔ ان شاء اللہ

قبل اِس کے اِن پر گفتگو ہو، یہ واضح کر دیا جائے کہ امتوں کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے؟ افراد کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں خواہ کوئی مسلمان قوم بحیثیت مجموعی کتنے ہی زوال کا شکار ہو، ذلت و پستی میں پڑی ہو، اُس قوم کے جو افراد ایمان لائیں اور اُن کے عملی تقاضوں کو پورا کریں گے، اللہ تعالیٰ آخرت میں انہیں ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔ کیونکہ آخرت میں معاملہ انفرادی ہوگا۔ چنانچہ سابقہ امت مسلمہ (یہود و نصاریٰ) کے تذکرہ میں فرمایا:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ (المائدہ:65)

''اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے، تو ہم اُن سے اُن کے گناہ محو کر دیتے اور اُن کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے۔''

لیکن بحیثیت قوم دنیا میں مسلمانوں کی فلاح و کامرانی اور خوشحالی کا تعلق نفاذ شریعت سے ہے۔ انہیں عروج و اقبال اور سربلندی اُسی صورت میں حاصل ہوگی جب وہ اللہ کے قانون اور نظام زندگی کو بالفعل نافذ اور غالب کریں گے، کہ یہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو رب مانا ہے تو اپنے عمل سے بھی اِس کا ثبوت فراہم کرنا ہوگا، کہ ہم اُس کے بندے ہیں، وہ ہمارا رب ہے، حاکم اور قانون عطا فرمانے والا ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ باطل ابلیسی قوتوں کا زور توڑ کر اللہ کے کلمہ کو سربلند کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اُن پر اللہ کے انعامات اور رحمتوں کا نزول ہوگا۔ اگلی آیت (66) میں یہی بات بایں الفاظ بیان فرمائی گئی ہے۔

﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ...... ﴾ (المائدہ)

''اور اگر وہ (اہل کتاب) تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن پر نازل ہوئیں اُن کو قائم رکھتے تو (اُن پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔''

بہرحال بحیثیت امت اگر مسلمان دنیا میں عزت و افتخار کے ساتھ جینا چاہتے ہیں تو اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ وہ اسلامی نظریے سے وابستہ ہوں اور اپنی حیات اجتماعی میں قانون شریعت کو نافذ کریں...... ہم اہل پاکستان پر تو بطور خاص یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کیونکہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ گزشتہ صدی میں مسلم دنیا میں چلنے والی آزادی کی تحریکیں نیشنلزم کی بنیاد پر چلیں، مگر تحریک پاکستان کے پس پردہ وطنی قومیت کا جذبہ نہ تھا، یہ تحریک نیشنلزم کی نفی کی بنیاد پر چلائی گئی۔ اس کا نعرہ اسلام تھا اور اس کی غرض و غایت ایک ایسا خطۂ زمین حاصل کرنا تھا جہاں اسلام کے عادلانہ اور منصفانہ نظام کو نافذ کیا جائے اور جسے عہد حاضر کی ایک جدید اسلامی ریاست کی حیثیت سے دنیا کے سامنے ماڈل کے طور پر پیش کیا جاسکے۔

اب آیئے علماء کے بقیہ نکات کی طرف!

12۔ بارھواں نکتہ ہے:

''رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جن کے تدین، صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا ان کے مختلف نمائندوں کو اعتماد ہو۔''

یہ دراصل سربراہ مملکت کے لئے بڑی کوالیفکیشن ہے۔ پاکستان کی اسلامی ریاست کا سربراہ ایک مسلمان مرد ہو گا۔ چونکہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے، جس کے باشندوں کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اولی الامر کی اطاعت کا بھی حکم ہے، لہٰذا اِس ریاست کا سربراہ وہی شخص بن سکے گا جو اسلامی نظریے پر ایمان رکھتا ہوگا۔ کسی غیر مسلم کو مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ نہیں بنایا جاسکے گا۔ مسلمانوں کے امیر کے لئے یہ بھی ضروری ہوگا کہ اُس میں تقویٰ و تدین، صلاحیت اور اصابت رائے کی صفات پائی جائیں۔ پھر یہ کہ اُس پر مسلمانوں کو اعتماد ہو۔ اور اس میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مسلمانوں کے مشورے سے منتخب ہو، خود اُن پر مسلط ہو کر نہ بیٹھ جائے۔ مشورے سے منتخب ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ اُس کا انتخاب پارلیمنٹ کرے، جیسے آج کل پارلیمنٹ صدر کا انتخاب کرتی ہے، اور دوسری صورت جو ماضی میں پائی جاتی تھی یہ کہ پورے ملک سے اہل لوگ منتخب کر کے لائے جائیں، اور یہ پھر خلیفہ کو منتخب کریں۔

13۔ تیرھواں نکتہ ہے:

''رئیس مملکت ہی نظم مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا، البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جز و کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔''

ریاست کے انتظام و انصرام کی اصل ذمہ داری سربراہ مملکت کی ہوگی۔ اب چونکہ فرد واحد تن تنہا ریاست کے انتظامی معاملات کو نہیں چلا سکتا، بلکہ اس کے لئے ایک انتظامی ڈھانچہ ضروری ہوتا ہے، جس کے ذریعے وہ پوری مملکت کا نظام چلائے۔ لہٰذا پاکستان کا سربراہ بھی اپنے اختیارات کا کوئی جز و فرد یا جماعت کو منتقل کر سکے گا، تاکہ انتظامی معاملات کو چلایا جاسکے۔

14۔ چودھواں نکتہ بہت اہم ہے:

''رئیس مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی، یعنی وہ ارکان حکومت اور منتخب نمائندگان جمہور سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے سکتا ہے۔''

مستبدانہ حکومت سے مراد ایسی حکومت یا اقتدار ہے، جو من مانے فیصلے کرے، اپنے اہم فیصلوں میں کسی سے

مشاورت ضروری نہ سمجھے۔ پرویز مشرف کی موجودہ حکومت اُس کی بدترین مثال ہے۔ ایک فردِ واحد تمام فیصلے کر رہا ہے، اور ق لیگ اور اتحادیوں کی حکومت کا کام تو بس یہ ہے کہ پرویز مشرف جو فیصلہ کریں، اُس کے حق میں دلائل دیں، اُن کی حمایت میں بیانات جاری کریں اور بس! پارلیمنٹ حیثیت کی عملاً ربڑ سٹمپ کی سی ہے اور یہ نمائشی ہے، تاکہ دنیا بھر میں یہ راگ الاپا جا سکے کہ پاکستان میں جمہوریت موجود ہے۔

علماء نے بجا طور تجویز کیا کہ پاکستان میں ایسی مستبدانہ حکمرانی کی گنجائش نہ ہوگی، بلکہ رئیس مملکت کی حکومت شورائی ہوگی۔ وہ ہر اہم مسئلہ پر مشاورت کرے گا، عوامی نمائندوں کی رائے لے گا۔ پھر یہ کہ لوگوں کو آراء کو پرکھے گا، وہ یہ دیکھے گا کہ علمی اعتبار سے رائے دینے والے کا کیا مقام ہے، اُس کی فہم و فراست کیسی ہے، لوگوں میں وہ کس قدر احترام کی نگاہ سے جاتا ہے۔ یہ سب باتیں پیش نظر رکھتے ہوئے وہ کسی فیصلہ تک پہنچے گا، نہ کہ محض کثرتِ آراء کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ اسلام جس قسم کے شورائی نظام کی بات کرتا ہے، اُس کا یہی تقاضا ہے۔ اِس کے برعکس موجودہ مغربی جمہوریت میں محض رائے شماری کو ضروری سمجھا جاتا ہے، آراء کی چھان پھٹک نہیں کی جاتی۔ اسی لئے اقبال نے جمہوریت پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا۔

جمہوریت اِک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

موجودہ جمہوری نظام کا ایک اور عیب یہ ہے کہ اس میں عوامی نمائندوں کو آزادانہ طریقے سے رائے دینے کا حق حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ اسلامی مجلس شورائی کے ارکان کو یہ حق ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں کسی بھی ملک میں صحت مند جمہوری اقدار کے لئے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اُس میں دو جماعتی نظام ہو۔ ایک جماعت برسرِ اقتدار ہو اور دوسری حزبِ مخالف۔ اب جو لوگ حزبِ مخالف (opposition) سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اگر ذاتی طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں معاملے میں حکمران کی رائے بہتر ہے، تو بھی وہ اپنی آزاد مرضی سے اُس کے حق میں ووٹ نہیں دے سکتے، بلکہ انہیں پارٹی کے مفاد، پالیسی اور اپنے لیڈر کے فیصلے کے مطابق ووٹ دینا ہوگا۔ یہ جماعتی پابندی آزادیٔ رائے کے یکسر منافی اور عدل و انصاف کے اصول کے خلاف ہے۔ اسلامی ریاست میں شوریٰ کے ممبران پر اس قسم کی کوئی پابندی نہیں ہوتی، ہر ایک کا حق ہی نہیں بلکہ یہ فرض ہوتا ہے کہ پوری دیانتداری سے جس چیز کو صحیح سمجھے اُس کے حق میں ووٹ دے، یہ نہ دیکھے کہ پارٹی مفاد کس بات میں ہے۔

15۔ پندرھویں نکتہ میں کہا گیا:

''رئیس مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔''

سربراہ مملکت کو اگرچہ بہت سے اختیارات حاصل ہوں گے، مگر وہ اس بات کا ہرگز مجاز نہ ہوگا کہ ریاست کے آئین و دستور کو کلی یا جزوی طور پر معطل کر کے آمرانہ اندازِ حکمرانی اپنا لے۔ بدقسمتی سے وطن عزیز اپنی عمر کے ساٹھ سالوں میں سے اکثر و بیشتر فوجی آمریتوں کے نرغے میں رہا ہے۔ ایک حکمران آیا، تو اُس نے دستور کو کلی طور پر معطل کر دیا، کوئی دوسرا آیا تو اُس نے جزوی طور پر اُسے مفلوج کیا۔ اور یہ سب کچھ اِس لئے کیا جاتا رہا، تاکہ مستبدانہ اور آمرانہ حکومتوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ فوجی حکمرانوں کے ادوار میں اگر پارلیمنٹ وجود میں آئی بھی تو اُس کی حیثیت ڈمی پارلیمنٹ کی تھی۔ جو حقیقی اختیارات سے محروم تھی، اصل اختیارات ہمیشہ فردِ واحد کو حاصل رہے۔ یہ گھناؤنا کھیل ماضی میں بھی کھیلا گیا، اور آج بھی قوم کے ساتھ یہی واردات ہو رہی ہے۔ شورائیت کی روح مر چکی ہے اور ایک فوجی صدر من مانے فیصلے کر رہا ہے اور اس طرح عملاً جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون جاری و ساری ہے۔ ریاست پاکستان نے فوجی جرنیل کو لاٹھی اِس لئے تھمائی تھی کہ وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرے، مگر افسوس وہ اُسے باشندگانِ ملک کے حقوق غصب کرنے کے لئے استعمال کر رہا ہے۔

16۔ سولھواں نکتہ سربراہ مملکت کی معزولی سے متعلق ہے:

''جو جماعت رئیس مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی وہ کثرتِ آراء سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔''

یعنی جو باڈی رئیس مملکت (Head of the state) کا تقرر کرے گی...... اب خواہ اُسے مجلس شورائی کا نام دیا جائے یا پارلیمنٹ کہا جائے...... وہی کثرت رائے سے اُسے معزول بھی کر سکے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی شخص ایک دفعہ منتخب ہوگیا، تو اب اُسے اپنے عہدے سے الگ نہیں کیا جا سکتا، اور وہ جب تک چاہے اُس پر فائز رہے۔ جیسے ہمارے ہاں ضیاء الحق (مرحوم) نوے دِن کے وعدے پر کرسی اقتدار پر بیٹھے، مگر دنیا نے دیکھا کہ گیارہ سال تک اُس سے چمٹے رہے، انہیں موت کے سوا کوئی اور قوت اقتدار سے الگ نہ کر سکی۔

18،17۔ یہ نکات قانونی مساوات سے متعلق ہیں:

''رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔ ارکان و عمال حکومت اور عام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔''

یہ نکتہ بہت اہم ہے۔ پاکستان میں سربراہ مملکت شہری حقوق میں عام لوگوں کے برابر ہوگا، اُسے خصوصی حقوق

پریس ریلیز

14 مئی 2007ء

"شہریوں کے جان و مال کا تحفظ نہ کرنے پر حکمران مستعفی ہو جائیں"

"کراچی میں قتل و غارت کی ذمہ دار وفاق اور سندھ کی حکومتیں ہیں"

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کراچی میں قتل و غارت پر گہرے دُکھ و رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اِس کی تمام تر ذمہ دار وفاق اور سندھ کی حکومتیں ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ 12 مئی کو وفاقی حکومت نے اپنے اتحادی ایم کیو ایم کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ وہ جس طرح چاہے خون کی ہولی کھیلے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جن قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کو اب مظاہرین کو دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم دیا گیا ہے، 12 مئی کو اُن کے ہاتھ کیوں باندھ دیئے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اِس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ حکومت اور ایم کیو ایم نے چیف جسٹس کی کراچی آمد روکنے اور اپوزیشن کی سیاسی قوت کے مظاہرے سے خوف زدہ ہو کر قتل و غارت کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ شہریوں کے جان و مال کی حفاظت حکمرانوں کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے، اگر وہ یہ ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام رہیں تو اُنہیں حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔ اُنہوں نے وفاقی اور سندھ حکومت سے فوری طور مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

حاصل نہ ہوں گے۔ بلکہ اُس کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو عام شہریوں کے ہوتے ہیں۔ اُسے قانونی ضابطوں سے استثناء حاصل نہ ہوگا۔ ریاست کے کسی شہری نے اگر اُس خلاف کوئی شکایت کی، تو وہ بھی عام شہری کی طرح عدالت میں پیش ہوگا۔ عدالت کے سامنے اُس کی حیثیت ایک عام آدمی کی سی ہوگی، وہ اُس کا مواخذہ کر سکے گی اور اُسے سزا سنا سکے گی۔ یہ اعلیٰ تصور اسلام نے عطا کیا ہے۔ اور عہد خلافت راشدہ میں اِس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔

19۔ عدلیہ کی آزادی سے متعلق کہا گیا:

''محکمہ عدلیہ، محکمہ انتظامیہ سے آزاد ہوگا' تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔''

پاکستان کی عدلیہ انتظامیہ کے دباؤ سے یکسر آزاد ہوگی، تاکہ انصاف کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے۔ اگر وہ سیاسی دباؤ کا شکار رہی،، تو عدل و انصاف کا عمل متاثر ہو گا۔ خاص طور پر حکمرانوں کے تعلق سے درست فیصلے نہیں کئے جا سکیں گے۔

20۔ بیسواں نکتہ ہے:

''ایسے افکار ونظریات کی تبلیغ واشاعت ممنوع ہوگی جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔''

ایک اسلامی ریاست کے ناطے پاکستان میں صرف اسلامی افکار کی تبلیغ ہوگی، دینی اقدار کو پروموٹ کیا جائے گا اور اسلامی نظریہ کی اشاعت کی جائے گی۔ اِس کے برعکس ایسے افکار ونظریات جو اسلامی مملکت کے بنیادی اصولوں کے منافی ہوں اور اُن کے انہدام کا باعث ہوں، اُن کی اشاعت کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ مبادا نظریاتی محاذ پر ریاست کمزور ہو۔ افسوس کہ آج میڈیا پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اور اِس کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا مظہر قرار دیا جا رہا ہے۔

21۔ اکیسویں نکتہ میں نسلی، لسانی اور قبائلی عصبیتوں کی نفی کی گئی ہے:

''ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزائے انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی وحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی۔ جنھیں انتظامی اختیارات کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا، مگر انھیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔''

ولایات و اقطاع سے مراد صوبے اور اضلاع ہیں۔ اِن کے متعلق واضح کیا گیا کہ اِن کی حیثیت ملک کے انتظامی اجزاء کی ہوگی، یعنی اِن کا وجود انتظامی سہولت اور انتظام و انصرام کی بہتری کی غرض سے ہوگا، نہ کہ یہ مستقل بالذات ایسے وحدہ جات ہوں گے کہ جن کی بنیاد نسلی، لسانی یا قبائلی عصبیتوں پر رکھی جائے۔ ملک کے اِن اجزاء کو انتظامی اختیارات تو تفویض کئے جا سکیں گے، مگر انہیں ملک سے علیحدگی کا حق نہ ہوگا۔

22۔ بائیسواں اور آخری نکتہ ہے:

''دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔''

نکتہ 2 میں کہا گیا تھا کہ ملک کا قانون کتاب وسنت پر مبنی ہوگا۔ اب اِسی بات کو دوسرے انداز سے واضح کیا گیا ہے کہ قانون سازی میں فوقیت کتاب وسنت ہی کو حاصل ہوگی۔ تمام قوانین اِن کے تابع ہوں گے۔ آئین کی کوئی ایسی تعبیر ہرگز معتبر نہ ہوگی جو اِن کے خلاف ہو۔

ہمارے دستور میں یہ بہت بڑا خلا موجود ہے کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا اصول تو تسلیم کر لیا گیا ہے، یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون نہیں بن سکتا، مگر اِن شقوں کے نفاذ کے لئے کوئی موثر نظام تجویز نہیں کیا گیا۔ چنانچہ اِن کی موجودگی کے باوجود قرآن وسنت سے متصادم قوانین چلے آ رہے ہیں، حالانکہ اسلامی نظریاتی کونسل انہیں غلط قرار دے کر، اور اُن کی جگہ نئے اسلامی قوانین مدون کر کے حکومتوں کو پیش بھی کر چکی ہے۔ یہ خلا منافقانہ ذہنیت کا مظہر ہے اور یہ اِس لئے رکھا گیا، تاکہ شریعت کا کوئی محکم نظام وجود میں نہ آ سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور قرآن وسنت کی بالادستی کی شقوں کو بھی دوسری شقوں کی سی حیثیت دی گئی۔ انہیں پورے آئین پر فوقیت نہیں دی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اہم مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے جسٹس نسیم حسن شاہ نے قرار دیا کہ اگرچہ دستور میں یہ بات طے ہے کہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی، مگر یہ طے نہیں کہ یہ شقیں پورے دستور پر حاوی ہوں گی۔ اِس بنا پر دستور کی دوسری شقیں بھی جو اسلام کے خلاف ہیں اپنی جگہ اتنا ہی وزن رکھتی ہیں، جتنا کہ یہ شقیں۔ اِس بنا پر عملاً یہ شقیں بھی غیر موثر ہو کر رہ گئی ہیں۔ موجودہ صورت میں جب تک یہ طے نہیں کیا جاتا کہ قرآن وسنت کو تمام آئین پر غیر مشروط بالادستی حاصل ہوگی، یہ شقیں غیر موثر رہیں گی۔ اِس لئے علماء نے بجا طور پر یہ تجویز کیا تھا کہ دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

یہ ہے اسلامی دستور کے لئے وہ بنیادی اصول جو علماء نے متفقہ طور پر منظور کئے، تاکہ انہیں دستور سازی کے لئے بنیاد بنایا جا سکے۔ یہ وہ دستاویز ہے جس کے ذریعے سیکولر طبقے کے اِس اعتراض کا بھی مسکت جواب دے دیا گیا کہ کون سا اسلام نافذ کریں، بریلوی دیوبندی یا اہلحدیث کا وغیرہ۔ اور اِس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ علماء کے درمیان فروعی اختلافات کے باوجود دین کے بنیادی اصولوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اسلام آج تک کیوں نافذ نہیں ہو سکا، اِس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی طبقے نے اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کیں۔ اِس جرم میں پوری قوم شریک ہے۔ ہاں کسی کا جرم زیادہ ہے اور کسی کا کم۔ لیکن کوئی بھی اِس سے بری الذمۃ نہیں ہو سکتا۔ اِس جرم میں سب سے زیادہ حصہ ہمارے حکمرانوں کا ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اقتدار عطا کیا، مگر اِس کے باوجود انہوں نے نفاذ اسلام کی ذمہ داری سے پہلو تہی کی۔ اِس طبقے نے ملک کی نظریاتی سرحدوں کو کھوکھلا کرنے کا کام کیا۔ حالانکہ سب جانتے تھے کہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔

ہمارے علماء نے دین کے حوالے سے اگرچہ گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، مگر اسلام کا نفاذ نہ ہونے میں اُن کا بھی حصہ ہے۔ انہیں جن خطوط پر جدوجہد کرنی چاہیے تھی، وہ انہوں نے نہیں کی۔ بجائے اِس کے کہ وہ اسلامی نظام کے لئے بھرپور انداز سے عوامی مطالباتی تحریک برپا کرتے، انہوں نے اسلام کو پاور پالیٹکس کا مسئلہ بنا دیا۔ انتخابی سیاست میں آ کر اپنی قوتیں ضائع کر دیں۔ ان کا کام تو یہ تھا کہ 1951ء میں علمائے کرام نے یہ جو متفقہ دستوری نکات طے کئے تھے، اُن کی منظوری کے لئے تحریک چلاتے، مگر افسوس کہ اُن سے بھی کوتاہی ہوئی۔

علماء کرام اور دینی حلقے اِس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ حکمران طبقہ نام نہاد روشن خیالی کے نام پر ملک کی نظریاتی اساس کو شدید نقصان پہنچا رہا ہے۔ اُس کی ترجیحات میں نفاذ اسلام سرے سے شامل نہیں ہے۔ قائداعظم اور علامہ اقبال نے متعدد بار اسلام کو پاکستان کی نظریاتی اساس اور قرآن وسنت کو پاکستان کا دستور قرار دیا، لیکن ہمارے حکمران بانئ پاکستان کی 11 اگست 1947ء والی ایک تقریر کا حوالہ دے کر ملک کو سیکولر سٹیٹ بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اندریں حالات اگرچہ وکلاء کی پُرزور تحریک کے نتیجے میں حکومت کا تختہ اُلٹ سکتا ہے، لیکن ہماری ساٹھ سالہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسی تحریکوں سے صرف چہروں کی تبدیلی ہوتی ہے، نظام میں تبدیلی نہیں آتی۔ لہٰذا ہمیں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کے استحکام اور سالمیت کا انحصار ملک کی نظریاتی اساس یعنی اسلام کو مضبوط کرنے اور دین حق کے قیام و نفاذ میں ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ علمائے کرام ان بائیس نکات کو لے کر کھڑے ہو جائیں، اور ایک منظم عوامی تحریک کے ذریعے نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کریں، ورنہ اُن کی توانائیاں ضائع ہوں گی، اور ہم منزل مراد کو نہ پا سکیں گے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے غلبہ کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

[مرتب : محبوب الحق عاجز]

شیخ بدیع الزماں نورسی کو
جلاوطنی اور قید و بند کی سزائیں

سید قاسم محمود

مصطفیٰ کمال پاشا کی زندگی میں پہلے اُس کے رفیق‘ بعدازاں اُس کے سخت حریف شیخ بدیع الزماں نُورسی شہروان میں تصنیف و تالیف کے کاموں میں مشغول تھے، کہ 1925ء میں انقرہ میں کمالی سیکولر حکومت کے خلاف بغاوت ہوگئی‘ جس کی قیادت نقشبندی رہنما سعید کے ہاتھ میں تھی۔ شیخ نُورسی کا اس بغاوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ انہوں نے تو اپنے مقالات اور مضامین میں باغیوں کو خون بہانے اور فتنہ وفساد برپا کرنے سے منع کیا تھا‘ کیونکہ طرزِ حکومت سے قطع نظر‘ جن لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے گئے تھے‘ وہ مسلمان ہی تھے اور اس تصادم میں مسلمانوں ہی کا خون بہہ رہا تھا۔ اس کے باوجود شیخ کو شک کی بنیاد پر وان سے مشرقی اناطولیہ کے ایک گاؤں بُردور میں جلاوطن کر دیا گیا اور اس کے بعد تو جلاوطنی‘ قید و بند اور داروگیر کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا اور شیخ کو مسلسل اذیتیں دی جاتی رہیں۔ پولیس کی نگرانی میں نظر بندی‘ عدالت میں حاضری‘ بے بنیاد مقدمات‘ جھوٹے الزامات واتہامات نے شیخ کی زندگی اجیرن کر دی‘ مگر ”رسائل نُور“ کی تصنیف وتالیف اور اس کی خفیہ ترسیل و اشاعت کا کام جاری رہا۔ اس گاؤں میں جلاوطنی کے دوران شیخ نے رسالہ ”روشنی کے اولین دروازے“ تصنیف کیا‘ جس میں قرآن کی اساسیات پر تیس اسباق شامل تھے۔ بُردور سے شیخ کو پھر جلاوطن کر کے اسپارٹا کے ایک گاؤں بارلا میں منتقل کر دیا گیا۔

بارلا میں اُن سے کسی کو ملنے جلنے کی اجازت نہ تھی۔ پولیس کی سخت نگرانی میں آپ کو رکھا گیا‘ مگر آپ کے اوصاف حمیدہ اور کردار سے متاثر ہو کر بعض پہرے دار آپ کے گرویدہ ہو گئے اور وہ آپ کے افکار ونظریات کے ہم نوا اور مبلغ بن گئے۔ اس طرح ”رسالہ نُور“ کی تصنیف وتالیف اور ترسیل کا موقع یہاں بھی آپ کو میسر آ گیا۔ یہاں آپ آٹھ سال تک مقید رہے۔ اپنے سارے کام خود کرتے اور کفر والحاد کے خلاف اسلام کی شمع روشن رکھتے۔ 1934ء میں آپ پر خفیہ مذہبی تنظیم قائم کرنے اور ”ترکی جمہوریہ“ کی بنیادیں سبوتاژ کرنے کا الزام لگایا گیا اور ایک سو بیس طلبہ کے ساتھ‘ جو شیخ کے ”رسائل نُور“ رکھنے کے جرم میں حوالۂ زنداں کیے گئے تھے‘ آپ کو شہر ’اسکی سیر‘ کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ عدالت کی طویل کارروائیوں کے بعد بھی کوئی ٹھوس ثبوت حکومتی افسروں کو نہ مل سکا۔ آخر کار آپ کو پندرہ دیگر افراد کے ساتھ چھ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔

عدالت میں جرأت مندانہ بیان

شیخ نُورسی نے عدالت میں ایک جرأت مندانہ بیان میں کہا: ”اے حاکمو! مجھے یہاں اس جُرم میں لایا گیا ہے کہ میں رجعت پسند ہوں۔ میں نے دین کے ذریعے امنِ عامہ کو درہم برہم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسلامی علوم سے میرے تعلق کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ اس کے سوا میرا کوئی مقصد نہیں ہے۔ تم لوگ پوچھتے ہو کہ کیا میں کسی طریقت وتصوف کا پیروکار ہوں؟ میرا جواب یہ ہے کہ ہمارا یہ دَور ایمان کی حفاظت کرنے کا دَور ہے۔ طریقت وتصوف کی حفاظت کرنے کا دور نہیں ہے۔ جنت میں مسلمان بغیر کسی طریقت کی پیروی کیے داخل ہو جائیں گے‘ مگر ایمان کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ تم پوچھتے ہو کہ میں عوام الناس کو اپنے گرد جمع کرنے اور جماعت چلانے کے لئے پیسہ کہاں سے لاتا ہوں؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اُن کے پاس ایسے ثبوت کہاں سے فراہم ہوئے‘ جن کی بنیاد پر وہ کہتے ہیں کہ میں کسی جمعیت کا ذمہ دار ہوں یا میں کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہوں‘ جس میں پیسے کی ضرورت پڑتی ہے؟“

جیل سے رہائی کے بعد بحیرۂ اسود کے ساحل پر واقع ایک گاؤں کستامانو میں آپ کو منتقل کر دیا گیا‘ جہاں پولیس کی نگرانی کے باوجود اپنے عقیدت مندوں سے آپ ملاقات کرتے رہے اور انہیں ہدایت ونصیحت سے نوازتے رہے۔

یہاں آپ کا رابطہ مشرقی اناطولیہ کے دوسرے حصوں سے آنے والے کارکنوں کے ساتھ بھی رہا۔ مختلف علاقوں سے آنے والے خطوط ومکاتیب کے جوابات بھی آپ ارسال کرنے لگے۔ ان خطوط میں شیخ نے سیاسی اُمور پر کوئی گفتگو نہ کی‘ بلکہ ”رسائل نور“ کے بعض نکات کی تشریح وتوضیح کی اور اپنے کارکنوں کو ہدایت کی کہ ان رسائل کی نقلیں تیار کر کے زیادہ سے زیادہ افراد تک انہیں پہنچایا جائے اور اس کی منظم تقسیم کا لائحہ عمل بنایا جائے۔

اس دور میں شیخ نوری کی آواز فوجی چھاؤنیوں اور حکومت کے ایوانوں میں زیادہ زور سے گونجی اور مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنی سیکولرازم کی بنیادیں متزلزل محسوس ہونے لگیں۔ اُس نے گھبرا کر 1943ء میں دنیزلی کی عدالت میں شیخ کو پھر حاضر ہونے کا حکم دے دیا۔ الزامات کی نوعیت وہی تھی۔ وہی حربے وہی ہتھکنڈے پھر آزمائے گئے‘ مگر اس مرتبہ حکومت نے مزید تحقیق اور تلاش جرم کی غرض سے انقرہ یونیورسٹی کے ماہرین قانون اور لاء کے پروفیسروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی اور ”رسائل نُور“ کی کئی نقلیں تیار کر کے کمیٹی کے ارکان کو فراہم کیں۔ کمیٹی کے بحث ومباحثے کے بعد یہ رائے دی کہ یہ رسائل خالص مذہبی نوعیت کے ہیں اور فردِ جرم سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ پر ایک نیا جرم عائد کیا گیا کہ وہ امام مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آخر کار 9 جون 1944ء کو شیخ نُورسی اور اُن کے ہم نواؤں کو عدالت نے بری قرار دے دیا اور وہ جیل سے رہا کر دیئے گئے۔

سیکولرازم اور مذہب کی بحث

عدالت میں آپ نے جو بیان دیا‘ اُس سے عوام الناس میں آپ کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ ”جماعتِ نُور“ کے کارکن قید و بند کی صعوبتوں (مدرسۂ یوسفی) کو سنت یوسفی سے تعبیر کرنے لگے‘ اور ”رسالہ نُور“ کے مشن اور پیغام کی دعوت واشاعت میں مزید تن دہی اور جانفشانی سے لگ گئے۔ شیخ نے عدالت میں ایک طویل تقریر کی۔ جس میں سیکولرازم‘ جمہوریت اور مذہب کے مسائل پر آپ نے اپنے خیالات کا برملا اظہار کیا:

”بلاشبہ ہم جمعیت ہیں اور اس جمعیت سے تقریباً چارلین مسلمانوں کا تعلق ہے‘ اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس جمعیت کے دستور سے اپنے اٹوٹ تعلق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ اس کی اہم دفعات کی بجا آوری سے سبقت کرتے ہیں‘ کیونکہ مومن تو بھائی بھائی ہیں۔ ہم بھی اس جمعیت کے رُکن ہیں اور ان مومن بھائیوں کو قرآنی حقائق سے متعارف کرانا ہماری ذمہ داری ہے‘ خواہ اس کے لیے عمر قید کی سزا ہی کیوں نہ تجویز کی جائے۔

”تم لوگ اس تحریک کو کیونکر روک سکتے ہو؟ اس کا مقصد تو قرآن کی خدمت کرنا اور اُس کے حقائق سے لوگوں کو متعارف کرانا ہے۔ اس حقیقت کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہے‘ اور اُس حقیقت کی تکمیل کی راہ میں کون رکاوٹ بن سکتا ہے جو براہ راست ذاتِ الٰہی سے متعلق ہو؟

مذہب اور سیاست

”میرے مخاطب صرف عدالت کے وکلاء ہی نہیں‘

بلکہ اُن کے پیچھے چھپے ہوئے سازشی افراد بھی ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایسے افراد پر سیاست میں ملوث ہونے اور خفیہ جماعت قائم کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے جو صرف قرآنی آیات کی تشریح اور اس کے معجزات کی باریکیوں پر غور و بحث کرتے ہیں۔ دوسری طرف ڈاکٹر روزی جیسا شاطر مستشرق شرمناک انداز میں قرآنی حقائق کے متعلق علانیہ جھوٹی باتیں کرتا ہے' تو اظہارِ خیال کی آزادی کے تحت اُسے جائز قرار دیا جاتا ہے اور قرآنی نُور کو' جو مسلمانوں کے دلوں کو منور کرنے اور انہیں متحد رکھنے کے لیے آیا' انسانوں کے امن و امان کے لیے خطرہ بتایا جاتا ہے' اور اس کے لیے سیاست' خباثت' شرارت اور سازش جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔"

صالح جمہوریت

"تم الزام لگاتے ہو کہ میں جمہوریت کا دشمن ہوں۔ میں تم سے کہنا چاہوں گا کہ طالب علمی کے زمانے میں جب میں اپنا کھانا لے کر سکول آیا کرتا تھا تو اپنا حصہ کھانے کے بعد بچا کھچا کھانا چیونٹیوں میں تقسیم کر دیتا تھا' کیونکہ مجھے اُن کی اجتماعیت بہت پسند تھی۔ ایک صالح جمہوریت کی میرے دل میں کتنی قدر ہے' تم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ جمہوریت کو میرے قابلِ احترام سمجھنے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ میں خلفاء اسلام کا احترام کرتا ہوں' کیونکہ وہ خلیفہ ہونے کے علاوہ جمہوریہ کے صدر بھی تھے۔ وہ صرف زبانی جمہوریت کے قائل نہ تھے' بلکہ صحیح معنوں پر اس کے عامل تھے۔"

سیکولرازم

"رہا سیکولرازم کا معاملہ' جسے تم سیکولر جمہوریت کہتے ہو' تو جہاں تک مجھے معلوم ہے' اس کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ فکری و نظری آزادی کے نام پر ہر طرح کے اخلاقی جرائم' کذب' بہتان تراشی اور اللہ کی شان میں گستاخی کو تم ہر وقت ہوا دیتے ہو' یہاں تک کہ جب کبھی کسی قرآنی آیت کے ذریعے کوئی فرد تم کو خبردار کرنا چاہتا ہے یا کسی قرآنی حقیقت کی وضاحت کرنا چاہتا ہے تو تم برانگیختہ ہو جاتے ہو اور تم خفیہ تنظیم کے قیام' سیاست و حکومت میں دخل اندازی اور انسانیت کے لیے خطرہ جیسے الزامات لگاتے ہو' حالانکہ ملک و ملت کے لیے اصل خطرہ تمہارے افکار و نظریات ہیں' جن کو تم سیکولرازم یا زیادہ جدید لفظوں میں سیکولر جمہوریت کے پردے میں چھپا کر پیش کرتے ہو۔ اگر صورتِ حال یہی رہی تو جان رکھو کہ اگر مجھے ہزار بار بھی زندگی ملی تو میں اپنی ہر زندگی کو اسلامی حقائق میں سے کسی ایک حقیقت کو قائم کرنے کی خاطر قربان کر دوں گا۔ تم سب کے مقابلے میں صرف ایک ہی محافظ پر بھروسا کرتا ہوں۔"

دستور کی دفعہ

"تم اعتراض کرتے ہو کہ میری دینی سرگرمیوں کے پیچھے کوئی مفاد پوشیدہ ہے' اس طرح تم امن و تحفظ کا نام لے کر دینِ اسلام کا گلا گھونٹنا چاہتے ہو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ "رسالہ نُور" آج بیس سال سے ہدایت و معرفت کی روشنی پھیلا رہا ہے۔ کیا اِس مدت کے دوران اِن رسائل کی وجہ سے کوئی ایک ایسا حادثہ بھی تمہارے ریکارڈ میں ہے' جس سے امنِ عامہ کو نقصان پہنچا ہو؟ دستور کی دفعہ 163 ایسی گیند ہے، جسے تم اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہتے ہو لڑھکا دیتے ہو اور تمہاری تمام کارروائیوں کے پیچھے اسلام دشمنی کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

اے لوگو! سن لو' تم نے دنیا کے ذریعے دین کا سودا کیا ہے اور کُفر کی دلدل میں تم بُری طرح دھنس چکے ہو۔ میں پوری قوت و اعتماد کے ساتھ تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم جو کچھ کر سکتے ہو' کر لو! ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم اسلام کی راہ میں قربان ہو جائیں۔ ہمیں تو ہر لحہ تمہارے پھانسی کے حکم کا انتظار رہتا ہے۔ اور یہ باہر رہتے ہوئے قید اور نظر بندی کی زندگی جیل کی زندگی سے سو درجہ بدتر ہے۔"

> **شیخ نورسی نے کہا:**
> "اے لوگو! سن لو' تم نے دنیا کے ذریعے دین کا سودا کیا ہے میں پوری قوت و اعتماد کے ساتھ تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم جو کچھ کر سکتے ہو' کر لو! ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم اسلام کی راہ میں قربان ہو جائیں۔ ہمیں تو ہر لحہ تمہارے پھانسی کے حکم کا انتظار رہتا ہے

ترکی ہیٹ

"تم مجھ پر الزام لگاتے ہو کہ میں نے گزشتہ بیس برسوں کے دوران ایک مرتبہ بھی ترکی ہیٹ استعمال نہیں کیا' اور ہمیشہ ترکی ٹوپی پہنتا ہوں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ میں نے ایک بار بھی تمہاری حکومت تسلیم نہیں کی' جبکہ سترہ ملین افراد یہ پوشاک پہنتے ہیں۔ میں کہوں گا کہ اُن کی تعداد سترہ ملین تو کیا' سات ملین بھی نہیں ہے' بلکہ ایسے افراد تو صفر کے برابر ہیں جو اپنی پسند سے یہ ٹوپی پہنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مٹھی بھر احمقوں کی جماعت سے بچائے جو دیوانہ وار یورپ کے پیچھے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔"

1947ء میں شیخ نُورسی کو شہر فیون جلاوطن کر دیا گیا اور پولیس کی سخت نگرانی میں ملاقات کرنے اور لکھنے پڑھنے کی تمام آزادی چھین لی گئی' مگر یہاں بھی شیخ کی اصلاحی مصروفیت کی راہ میں کوئی چیز حائل نہ ہو سکی' اور جس عدالت میں آپ پر مقدمہ چلایا گیا تھا' اُسی کے افسر اور ذمہ داران آپ کی تقریر اور "رسائل نُور" سے متاثر ہو کر معتقدین کی جماعت میں شامل ہو چکے تھے۔ ان کی بدولت کارکنوں کو شیخ سے ملاقات کرنے کی رخصت حاصل ہو گئی اور اس طرح دینی و ثقافتی سرگرمیوں کی سرکاری سطح پر جو اجازت ملی تھی' اُس کے ضمن میں "جماعت نُور" کو بھی قدرے سکون حاصل ہُوا۔ فیون سے شیخ نے سیکولر کمالی حکومت کو سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ آپ نے لکھا:

"میں تمہارے ذریعے یہ خیالات انقرہ کے عوام تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ جب ایک شخص قاضی بھی ہے اور مدعی بھی' تو شکایت کس سے کی جائے۔ ایک زمانے تک میں اس شش و پنج میں پڑا رہا۔ آج میری حالت قیدی کی زندگی سے بدتر ہے' کیونکہ نہ تو میں پوری طرح آزاد ہوں اور نہ پوری طرح مقید۔ موجودہ زندگی کا ایک دن میری قید کی زندگی کے ایک مہینے پر بھاری ہے۔ اس شدید سردی میں میری کمزوری اور سن رسیدگی کے باوجود مجھے ہر چیز کے استعمال سے روک دیا گیا ہے۔ میں بیس سال سے تن تنہا یہ مشکلات کو برداشت کر رہا ہوں۔

انسانیت کے ناطے اِس حکومت کی اولین ذمہ داری ہے کہ وہ میرے حقوق کی حفاظت کرے۔ مسلسل نو ماہ کی تحقیق و تفتیش نے حکومت کو اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ مجھے ان تمام الزامات سے بری قرار دے' جو بیس برس سے مجھ پر لگائے جا رہے ہیں۔ اور آج کوئی شخص میری دیانت و صداقت کو جھٹلا نہیں سکتا' لیکن یہاں کچھ بیرونی طاقتیں موجود ہیں جو ہر طرح سے ملک و وطن کو نقصان پہنچانا چاہتی ہیں۔ اِن قوتوں نے مجھے خاموش کرنے اور میرا جُرم ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ ان کا ایک ہی مقصد ہے کہ مجھے اس قدر پریشان کیا جائے کہ میں اُن کے فیصلوں کو تسلیم کر لوں اور وہ مجھے بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیں جو ظلم و زیادتی کی انتہا ہے۔ اگر بفرضِ محال یہ لوگ عوام کے سامنے میری زبان بند کرنے پر قادر بھی ہو گئے' تب بھی وہ "رسائل نُور" کی آواز کو کسی طرح خاموش نہیں کر سکیں گے جو عوام کے دلوں کی دھڑکن بن چکی ہے۔ یہ رسالہ بیان و تقریر کی جگہ میری قائم مقامی کرے گا اور اس سرزمین کی کوئی قوت اس آواز کو دبا نہ سکے گی۔"

اسی سال 1947ء کے ماہ دسمبر میں تیسری بار آپ کو فیون ہی کی عدالت میں طلب کیا گیا۔ آپ کے ساتھ پندرہ دن اُن کارکنوں کو بھی پابندِ سلاسل کیا گیا جو آپ کے قریبی عقیدت مند تھے۔ نیز مختلف شہروں اور قصبوں سے اُن نوجوانوں کو حراست میں لے لیا گیا جو "رسائل نُور" تقسیم کرتے تھے۔ الزامات حسبِ سابق خفیہ تنظیم قائم کرنے اور ریاست کی سیکولر بنیادیں منہدم کرنے سے متعلق لگائے گئے۔ جواب اور جواب الجواب کا پُرانا سلسلہ شروع ہُوا' مگر شیخ کو بیس ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ عدالتِ عالیہ نے یہ سزا منسوخ کر دی' مگر اِنہی الزامات کے جُرم میں دوبارہ گرفتار کر لیے گئے اور دو سال نظر بندی کے بعد ستمبر 1949ء میں شیخ رہا ہوئے۔ (جاری ہے)

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ

ایک رفیق...... چار احباب

دعوت کی ضرورت

سورۃ العصر کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o﴾

''زمانے کی قسم ہے کہ تمام انسان خسارے میں ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کیے اور باہم ایک دُوسرے کو حق کی تاکید کی اور باہم ایک دُوسرے کو صبر کی تاکید کی۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ والعصر میں انسانی نجات کی چار شرائط بیان کی ہیں۔ ایمان، اعمال صالحہ، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ یہ شرائط کامیابی کے کم از کم لوازم ہیں۔ جن سے کم تر پر نجات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس سورۃ میں انسان کی کامیابی کے اعلیٰ مراتب کا ذکر نہیں ہے، بلکہ یہاں محض ادنیٰ درجے میں کامیابی کا بیان ہے۔ اس میں محض خسارے اور گھاٹے سے بچ جانے کی شرائط کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر یوں کہا گیا ہوتا کہ ان لوگوں کو بڑے اعلیٰ مراتب نصیب ہوں گے جن میں مذکورہ بالا چاروں صفات موجود ہوں گی تو پھر امکانی طور پر یہ خیال ذہن میں آ سکتا تھا کہ کامیابی محض کے حصول اور ناکامی سے بچنے کے لئے اس سے کم تر پر قناعت کی جا سکتی ہے۔ یعنی چار کی بجائے دو شرائط کو پورا کرنے پر بھی ہلکے درجے کی کامیابی کی اُمید کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہاں جو اسلوب اختیار کیا گیا، اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ انسان کی کامیابی کا کم از کم تقاضا اور اس کی فوز وفلاح کے کم از کم لوازم ہیں جو اس سورہ مبارکہ میں بیان ہوئے۔

آخری اور اہم ترین بات جو اس سورۂ مبارکہ پر غور وفکر سے انسان کے سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ یہاں جو لوازم نجات بیان ہو رہے ہیں اور جن سے انسان کی کامیابی کو مشروط قرار دیا گیا ہے وہ سب کے سب ناگزیر ہیں، ان میں سے کسی ایک شرط کو بھی ساقط کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ یہ بات اس پہلو سے بہت اہم ہے کہ اس وقت اُمت مسلمہ عملی اعتبار سے جس تنزل اور انحطاط کا شکار ہے اس کا ایک بڑا سبب بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی گئی ہے کہ صرف ایمان ہی نجات کے لئے کافی ہے بلکہ ایمان کا بھی صرف قانونی پہلو جو اقرارٌ باللسان سے متعلق ہے، انسان کو جنت کا حق دار بنانے کے لئے کفایت کرے گا۔ یہ مغالطہ آج اُمت مسلمہ کی ایک عظیم اکثریت کے ذہنوں میں بیٹھ گیا ہے کہ کلمہ گو بہر حال نجات پا جائے گا، خواہ اس کلمے کے لئے جوئے ور اشتا مل گیا ہے، اس نے نہ تو کوئی محنت کی ہو، نہ ترک واختیار کے کسی مرحلہ سے اسے گزرنا پڑا ہو اور نہ ہی کلمے کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کی جانب اس نے کبھی کوئی توجہ دی ہو۔

جب انسان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ وہ تو بخشا بخشایا ہے اور نجات و کامیابی اس کا موروثی حق ہے اور اسے از خود حاصل ہے تو ظاہر ہے کہ پھر عملی کھکھیڑ مول لینے، مشکلات اور دینی ذمہ داریوں کا بوجھ سنبھالنے کی کوئی ضرورت اسے محسوس نہیں ہوتی۔ اسی مغالطے نے اُمت مسلمہ کو عمل سے یکسر فارغ کر دیا۔ بقول علامہ اقبال ؎

خبر نہیں، کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی؟
عمل سے فارغ ہوا مسلماں بنا کے تقدیر کا بہانہ

ایمان کے بعد عمل صالح سے تو مسلمان پھر بھی کسی قدر آشنا ہیں، مگر جہاں تک تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کے حوالے سے عائد ہونے والی ذمہ داریوں کا تعلق ہے، اُمت مسلمہ بحیثیت مجموعی انہیں یکسر فراموش کر چکی ہے۔ دعوت الی اللہ، تبلیغ دین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، جہاد فی سبیل اللہ، شہادت علی الناس، یہ تمام فرائض تو گویا مسلمانوں کے تصورِ دین سے بالکل خارج ہو چکے ہیں۔ ان کے بارے میں تو یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ شاید یہ صرف ایک مخصوص طبقہ کی ذمہ داری ہے، عام مسلمانوں کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان تمام تصورات کی بھرپور نفی اس سورہ مبارکہ کے ذریعے کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں سورۃ العصر کے ضمن میں یہ جامع الفاظ تحریر فرمائے ہیں:

''جان لو کہ اس آیت میں بڑی شدید وعید وارد ہوئی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خسارے، گھاٹے اور تباہی کا فیصلہ صادر فرما دیا ہے پوری نوع انسانی کے لئے، سوائے اُن کے جو ان چار چیزوں کا اہتمام کریں (ان چار شرائط کو پورا کریں) یعنی ایمان، عمل صالح، تواصی بالحق اور تواصی بالصبر۔ چنانچہ اس سے اس جانب رہنمائی ملتی ہے کہ نجات کا دارومدار چاروں چیزوں کے مجموعہ پر ہے۔''

ان چار باتوں کے مابین جو منطقی ربط ہے، اس کو ایک عام فہم مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس دنیا میں کسی بھی اہم معاملے میں جو کسی انسان کو پیش آئے، صحیح طرزِ عمل یہ ہوگا کہ انسان اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے کہ حقیقت کیا ہے۔ پھر جب حقیقت اس پر منکشف ہو جائے تو ایک معقول انسان کی روش یہ ہوگی کہ وہ اسے قبول کرے، تسلیم کرے خواہ اس کے قبول کرنے میں کسی کی ناراضی مول لینا پڑے یا کچھ ذاتی نقصان برداشت کرنا پڑے۔ اس کے بعد اگلا قدم یہ ہوگا کہ جس حق کو اس نے قبول کیا ہے اس کا اعلان بھی کرے، اس کی طرف لوگوں کو بلائے اور آخری بات یہ کہ اس معاملہ میں خواہ اُسے مخالفت کا سامنا ہو، خواہ اس کا تمسخر اڑایا جائے، اور خواہ اس کو جان کے لالے پڑ جائیں، وہ اپنے مؤقف پر ڈٹا رہے۔ سقراط کا واقعہ ہمیں معلوم ہے کہ چند حقائق اس پر منکشف ہوئے، اس نے ان کو نہ صرف خود قبول کیا بلکہ ان کا اعلان بھی کیا۔ اس راہ میں اسے زہر کا پیالہ بھی پینا پڑا۔ لیکن اس نے اعتراف واعلانِ حق سے منحرف ہونے کی بجائے اپنی زندگی کو قربان کر دینا مناسب سمجھا۔ ہر معقول اور صاحبِ کردار انسان کے لئے یہی ایک روش ہے جو اسے اختیار کرنی چاہئے۔ جس مرحلہ پر بھی انسان اس معقول روش کو چھوڑ کر اپنی سیرت وکردار کے بودے پن کا مظاہرہ کرے گا، تو وہ گویا اس بات کا ثبوت دے گا کہ وہ محض صورتاً انسان ہے، حقیقتاً جوہرِ انسانیت سے محروم ہے۔

یہ فطرت کا عام اصول ہے کہ کوئی شے نہ ماحول سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتی ہے نہ اسے متاثر کئے بغیر۔ برف میں جو خنکی ہے وہ اپنے ماحول میں لازماً سرایت کرے گی اور

آگ کی حرارت اپنے ماحول کولازماً گرمائے گی۔ یہی معاملہ اخلاقیات کے میدان میں بھی ہے۔ اگر کسی انسان میں عمل صالح حقیقتاً پیدا ہو جائے تو وہ لازماً ماحول میں بھی نفوذ کرے گا اور اس سے نیکی اور بھلائی لازماً فروغ ملے گا۔ گویا عمل صالح کا فطری نتیجہ تواصی بالحق ہے۔ اگر اجتماعی ماحول خراب ہے تو اس کی خرابی لازماً افراد کی زندگیوں میں سرایت کرے گی اور اس سے بچنے کی ایک ہی راہ ممکن ہے کہ ماحول کو تبدیل کر دیا جائے یا کم از کم اس کو تبدیل کرنے کی جدوجہد مسلسل جاری رکھی جائے۔ اس طرح اگر ماحول تبدیل نہ بھی ہوا تو کم از کم وہ فرد "جارحیت بہترین دفاع ہے" کے اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنا دفاع ضرور کر لے گا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

((مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ، فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ، وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ)) (رواہ مسلم)

"تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے تو (اس کا فرض ہے کہ) اسے بزورِ بازو (نیکی سے) بدل دے، اگر اس کی قوت نہ رکھتا ہو تو زبان سے (منع کرے) اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو کم از کم دل سے (ضرور بُرا جانے اور اس کو نہ روک سکنے پر متاسف ہو) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

تواصی بالحق انسان کی شرافت کا بھی لازمی تقاضا ہے۔ اس لئے کہ جو حق کسی انسان پر منکشف ہوا ہے اور جسے خود اس نے اختیار کیا ہے اس کی انسان دوستی کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اسے دوسروں کے سامنے بھی پیش کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ انسان اس سے نفع اندوز ہوں اور اس کی برکتوں سے متمتع ہو سکیں۔ اسی لئے آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ: ((لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (صحیح بخاری) یعنی "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔"

اور آخری درجہ میں یہ انسان کی غیرت اور حمیت کا تقاضا بھی ہے کہ جس حق کو اُس نے خود قبول کیا ہے اس کا پرچار کرے، اس کا مبلغ اور علم بردار بنے اور اس کا بول بالا کرنے کے لئے تن، من، دھن لگا دے۔

سیدھی سی بات ہے کہ اگر انسان ایک خاص طرز کو اختیار کرتا ہے جبکہ ماحول کسی اور رنگ میں رنگا ہوا ہے تو فطری طور پر دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ "زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ بساز" کے مطابق خود بھی ماحول ہی کے رنگ میں رنگا جائے، تاکہ دوئی ختم ہو جائے اور تصادم باقی نہ رہے، اور دوسری صورت جو مطلوب ہے یہ کہ "زمانہ باتو نہ سازد تو بازمانہ ستیز" کی روش اختیار کر کے ماحول سے ٹکر لے کر اسے اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرے۔ ایک شریف، باوقار، غیور اور باحمیت انسان تو صرف یہی راہ اختیار کر سکتا ہے۔ وہ اس کو تو گوارا کر لے گا کہ "بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا!" کے مصداق اپنی جان دے دے، لیکن اسے یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ تن آسانی اور عافیت کوشی کی راہ چل کر حق سے غداری کا مرتکب ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر نگاہ ڈالیں۔ آپؐ نے ایمان اور عمل صالح کے بنیادی تقاضوں کو بتمام وکمال پورا کرتے ہوئے مسلسل تئیس برس حق کی دعوت اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی کبریائی کے اعلان ونفاذ کی ان تھک جدوجہد میں صرف کئے اور اس راہ میں ہر تکلیف برداشت کی، ہر مصیبت اور ہر مشکل کو جھیلا اور ہر مخالفت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ چنانچہ شعب ابی طالب میں تین سال کی شدید ترین قید کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ طائف کے بازاروں میں اوباشوں کی فقرہ بازی اور سنگ باری بھی برداشت کی، غزوہ اُحد میں آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ حق و باطل کے اِن معرکوں میں آپؐ نے اپنے قریب ترین اعزہ اور عزیز ترین جاں نثاروں کی جانوں کا ہدیہ بھی بارگاہ ربانی میں پیش کیا اور تئیس برس کی شبانہ روز محنت اور مشقت سے بالآخر حق کا بول بالا ہوا، اور خدا کے دین کو جزیرہ نمائے عرب میں غالب کر کے آپؐ نے رفیق اعلیٰ کی طرف مراجعت اختیار فرمائی۔ فصلی اللّٰہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام قرآن اکیڈمی کا

رجوع الی القرآن کورس

(پارٹII)

اعلان برائے داخلہ

کورس کا نصاب

۱) مکمل ترجمۃ القرآن
۲) حدیث
۳) فقہ
۴) اصولِ تفسیر
۵) اصولِ حدیث
۶) اصولِ فقہ
۷) عقیدہ
۸) عربی زبان وادب
۹) عالم اسلام اور احیائی تحریکیں: ایک تاریخی اور تجزیاتی مطالعہ
۱۰) اضافی محاضرات

تدریس کا آغاز و دورانیہ :

اس کورس میں داخلے امسال 14 جون 2007ء تک جاری رہیں گے۔ 15 رجون کو صبح 10 بجے داخلہ ٹیسٹ ہوگا۔ تدریس کا باقاعدہ آغاز ان شاءاللہ 18 جون 2007ء سے ہوگا اور اگلے سال مئی کے اواخر تک جاری رہے گا۔ کورس کا کل دورانیہ ایک سال ہے۔ طلبہ کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے کورس کو دو مساوی حصوں (سمسٹرز) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر سمسٹر چھ ماہ کے دورانیے پر مشتمل ہے۔ ہفتے میں 5 دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

اہلیت :کورس میں داخلے کے لیے درج ذیل تعلیمی اہلیت (کم از کم) لازمی ہے:

۱) بی اے/بی ایس سی یا مساوی ڈگری
۲) رجوع الی القرآن کورس (پارٹI)

رابطہ و پراسپکٹس: شعبہ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 03-5869501، فیکس: 5834000
ای میل: irts@tanzeem.org

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟ ❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟ ❁ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟ **تو**

مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس کے لئے درج پتہ پر خط (مع جوابی لفافہ) لکھئے:

شعبۂ خط وکتابت کورسز قرآن اکیڈمی، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

عدالتی بحران: اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

لگتا ہے کہ نادیدہ 'مہربان' ہاتھ حرکت میں آ گیا ہے، اور نگران حکومت کے لئے بھرتی کئے جانے والے پرانے نمک خوارانِ برطانیہ یا ڈبلیو ٹی او کے نئے ایجنٹوں کی فائلوں پر منظوری کی مہریں لگنے والی ہیں

ڈاکٹر طاہر ابرار

کیا ایمرجنسی کے نفاذ اور نگران حکومت کے قیام سے امریکہ وہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا جو موجودہ حکومت سے اسے حاصل نہیں ہو پا رہے؟ ایران سے نبٹنے کے ضمن میں پاکستان سے جو تعاون درکار تھا اور ہے، وہ کوئی نگران حکومت امریکہ کی خواہش کے مطابق زیادہ موثر طور پر فراہم کر سکے گی۔ فوجی حکومت کے علاوہ صرف نگران حکومت ہی کسی کے سامنے جوابدہی کے اندیشے سے آزاد ہوتی ہے۔

عدلیہ سے متعلق بحران حکمرانوں کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی کے باعث پیدا ہوا۔ لیکن جیسا کہ صدر مشرف کے کچھ بیانات سے ان کے خلاف کسی سازش کے امکانات کا اشارہ ملتا ہے، سمجھ لینا چاہیے کہ بحران کی سمت میں دھکا دینے والے کچھ نادیدہ ''مہربان'' حرکت میں ہیں۔

جامعہ حفصہ کے معاملات کچھ زیادہ پیچیدہ نہیں۔ ہزاروں طالبات کے کسی ہاسٹل کی بجلی، گیس اور پانی کی سپلائی منقطع کر کے حکومت اس مسئلے کو بہت خاموشی سے ختم کرنے کی تدبیر کسی بھی وقت اختیار کر سکتی تھی۔ 24 گھنٹے میں ہاسٹل خالی ہو جائے اور تحریک ختم۔ جامعہ کے اوپر ہیلی کاپٹر اڑانے اور گیس وغیرہ پھینکنے کی نسبت یہ طریقہ زیادہ آسان تھا۔ تاہم عدلیہ سے متعلق بحران کے مقابلے میں جامعہ حفصہ والی جوابی حکمت عملی عالمی میڈیا میں کوئی red alert پیدا کرتی دکھائی نہیں دی۔ ایٹمی طاقت کے حامل واحد مسلمان ملک کے دارالخلافہ میں ڈنڈوں سے لیس چند باحجاب طالبات کا ایلیٹ فورس کے جوانوں اور پولیس کی گاڑی کو پابند کر لینا اور مبینہ طور پر ایک مخصوص گھرانے کی غلط سرگرمیوں کو جبراً روک دینا اور ایک لائبریری پر مسلسل قبضہ کئے رکھنا، یہ وہ اقدامات ہیں جن سے عالمی طاقتوں نے بوجوہ صرف نظر کیا۔ وہ طاقتیں جو اس حوالے سے پاکستان کو شدید دباؤ میں رکھنا چاہتی ہیں، اس موقع پر خصوصی طور سے متحرک نظر نہیں آئیں۔

وکلاء برادری کی طرف سے غیر فعال چیف جسٹس کی حمایت اور عدلیہ کی سربلندی قائم کرنے کے لئے نہایت پامردی کا ثبوت دیا جا رہا ہے۔ بار کونسل کے اراکین اور عدلیہ سے متعلق ریاستی مشینری کے بعض ملازمین کی طرف سے آنے والے استعفوں کے ذریعے وکلاء کی جدوجہد کا مومینٹم برقرار ہے، اگرچہ اس حوالے سے کوئی بہت بڑی عوامی تحریک برپا نہیں ہو سکی۔ اپوزیشن کی تمام جماعتیں اس کوشش میں ہیں کہ ایسا ہو سکے۔ لیکن عوام مہنگائی کے ہاتھوں بے حال ہیں۔ اس کے ساتھ قسطوں پر گاڑیوں کی خرید، کریڈٹ کارڈز اور کلیکسی لون ان کی قوت مزاحمت کو زائل کر چکے ہیں۔ چنانچہ حالیہ کشمکش اصلاً غیر فعال چیف جسٹس اور ان کے حامی وکلاء بمقابلہ حکومت ہی جاری رہے گی، تا کہ آنکہ چند ماہ میں فیصلہ کن اقدام کے وقت اپوزیشن کی جماعتوں کو بھی ایک بڑی چھلانگ لگانے کا موقع دیا جائے۔ اپوزیشن کی طرف سے سیاسی حمایت کو قبول کر کے جناب افتخار محمد چودھری نے اپنے لئے ایک زیر سطح خطرہ بھی مول لیا ہے۔ اس حوالے سے دباؤ اس وقت عیاں ہونے لگے گا جب دونوں حریفوں کو اس شرط پر میدان چھوڑنے کے لئے آمادہ کیا جائے گا کہ ایک کے سپر انداز ہونے کی صورت میں دوسرا بھی لازماً میدان خالی کر دے گا۔ اس نوع کے مذاکرات کی ابتدائی خبریں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ نگران حکومت کے لئے بھرتی کئے جانے والے پرانے نمک خوارانِ سرکار برطانیہ یا WTO کے جدید ایجنٹوں کی فائلوں پر منظوری کی مہریں اب تک لگ چکی ہوں گی۔

قابل غور بات یہ ہے کہ چند سال قبل پاکستان کو ڈیفالٹر قرار دینے کی دھمکی دے کر پھر ری شیڈولنگ وغیرہ کے ذریعے ڈیفالٹر ہونے سے بچا لینے والی قوتیں (عالمی مہاجن) اب حالات کے اونٹ کو کس کروٹ بیٹھنے کا حکم دیتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ اونٹ انہی کے حکم سے اچھل پھاند کرتا ہے اور انہی کے حکم سے بالآخر کسی کروٹ بیٹھتا بھی ہے۔

اشوک مترا 1991ء میں انڈیا کے وزیر خزانہ تھے۔ وہ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں کہ 1991ء میں انڈین گورنمنٹ ڈیفالٹر ہونے والی تھی۔ صرف 15 روز کی درآمدات کے بقدر زرمبادلہ کے ذخائر باقی رہ گئے تھے اور لوک سبھا کے الیکشن بھی اسی سال ہو رہے تھے۔ ان حالات میں ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کی طرف سے ایک پیغام دیا گیا کہ اگر آئندہ اس شخص کو وزیر خزانہ بنا دیا جائے جسے پیغام دینے والے نامزد کریں تو ڈیفالٹر کا خطرہ ٹل سکتا ہے ورنہ سولی پر ٹنگے رہو۔ قصہ مختصر یہ کہ منموہن سنگھ جو ریزرو بنک آف انڈیا کے ڈائریکٹر جنرل بھی رہ چکے ہیں، وزیر خزانہ مقرر ہوئے۔ آج وہ انڈیا کے وزیر اعظم ہیں۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ انڈیا ڈیفالٹر قرار دیئے جانے کے خطرہ سے بچ نکلا......! اگر ایک ارب کی آبادی کا ملک اور سب سے بڑی جمہوریت بنکر کی حکم عدولی کی متحمل نہیں ہو سکتی تو 36 ارب ڈالر کے مقروض 16 کروڑ عوام کے ملک کو عالمی مہاجن کے حکم سے سرتابی کی مجال کیونکر ہو سکتی ہے۔ آخر اسے بھی تو ہر دور میں وزیر خزانہ اور وزیر اعظم کی ضرورت رہتی ہے۔ اور کبھی کبھی ڈیفالٹر قرار دیئے جانے سے بچنے کی بھی۔ عاقلاں را اشارہ......

ضرورت رشتہ

☆ ایک پاکستانی تاجر (امریکن نیشنلٹی ہولڈر) کے لئے شرعی پردے کی پابند، تعلیم یافتہ، خوبصورت، نیک سیرت امور خانہ داری میں ماہر خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4194691

(10 تا شام 6 بجے)

☆ لاہور کے رہائشی لڑکے، تعلق جٹ برادری، 32 سال، مکینیکل انجینئر، MCS، MBA کے لئے رشتہ درکار ہے۔ لڑکا برطانیہ جانے سے پہلے شادی کے خواہشمند ہے۔

برائے رابطہ: 5113928

دعائے صحت کی اپیل

محمد عبدالرشید رحمانی کی اہلیہ گردوں کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔ قارئین ندائے خلافت سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

راہِ حق کا سفر

شہزادی شبیر

ہمیں یہ احساس نہیں کہ وقت کا پہیہ کس تیزی سے گھوم رہا ہے۔ ہم بڑی تیزی سے اپنا سفرِ حیات طے کرتے ہوئے منزل کی طرف رواں دواں ہیں مگر غفلت میں پڑے ہیں۔ یہ وقت ہی ہے جو اِس دنیا کی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ اور حیاتِ دنیوی کے اِس قلیل وقت پر ہی آخرت کی زندگی کا انحصار ہے۔ اگر ہم نے وقت کا صحیح استعمال نہ کیا تو آخرت میں سوائے افسوس اور حسرت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا ۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی

میں نے اپنی زندگی کے کئی سال غفلت میں گزار دیئے۔ اب جبکہ احساسِ زیاں پیدا ہوا تو سوچا کہ زندگی کے کئی قیمتی ماہ و سال خوابِ غفلت میں گزار دیئے۔ گزرے وقت پر سوائے افسوس اور ندامت کے کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اس بات پر خوشی ہوئی کہ اللہ نے یہ احساس پیدا کر دیا اور مجھے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

ذرا سوچئے! کہیں آپ بھی میری طرح غفلت میں زندگی تو نہیں گزار رہے ہیں!

میں نے کشمیر ضلع باغ کے ایک گاؤں چوڑ ٹوپہ کے ایک دینی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ اہلِ خانہ شروع سے ہی نماز، روزہ کے پابند تھے۔ بچپن میں مجھے آبائی گاؤں کے سکول میں داخل کروا دیا۔ قرآن پاک پڑھنے کے لئے مسجد جاتی، جہاں اُردو کے الفاظ کی طرح بغیر کسی تجوید و صحیح مخارج کی ادائیگی کے قرآن پاک پڑھایا جاتا تھا۔ زندگی کی شعوری منزل پر قدم رکھا تو اسلام کا مذہبی تصور میرے سامنے تھا جو آباؤ اجداد سے چلا آ رہا تھا۔ میں بھی اُسی پر قانع تھی۔ نماز، روزہ کی ادائیگی، قرآن پاک کی تلاوت کو ہی ایک مسلمان کے دینی فرائض سمجھتی تھی اور بس! کبھی یہ سوچا ہی نہیں کہ قرآن پاک کو تو اللہ نے ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لئے نازل کیا۔ اُسے ترجمہ سے پڑھا جائے تاکہ زندگی گزارنے کے اُصول اور احکام کا علم حاصل ہو۔

وقت تیزی سے گزرتا گیا۔ سکول کے بعد میری زندگی کے ایک نیا دور یعنی کالج لائف کا آغاز ہوا۔ اللہ نے ہر انسان کو مختلف صلاحیتیں عطا کیں۔ اللہ نے مجھے بے حد خود اعتمادی کی صلاحیت سے نوازا۔ کالج میں تعلیم کے دوران debates میں حصہ لیتی، اور اکثر Best Speaker کا ایوارڈ میرے حصے میں آتا۔ ٹیچرز کے ستائش بھرے الفاظ، ہم جماعتوں کے تعریفی جملے، دوستوں کا Congratulation کہنا، میرے اندر فخر اور غرور پیدا کر دیتا۔ خود پسندی، اپنے آپ کو نمایاں کرنا، شہرت حاصل کرنا اور کچھ انوکھا کام کرنے کی دھن ہر وقت میرے ذہن پر سوار رہتی۔ گھر والوں کی طرف سے میری حوصلہ افزائی سے کہ تم ضرور کسی اعلیٰ مقام پر پہنچوگی، میرے حوصلے اور ارادے اور مضبوط ہوتے گئے۔

انہی امنگوں اور جذبوں کے ساتھ میں B.Sc

> جب دنیاوی زندگی کی حقیقت معلوم ہوئی تو احساس ہوا کہ واقعی یہ دنیا تو سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ پیتل کے کنگن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے، اور میں نادانی میں اُسے خالص سونا سمجھ بیٹھی ہوں

فائنل ایئر کے امتحان سے فارغ ہوئی۔ اُس کے بعد حسنِ اتفاق سے مجھے کراچی آنا پڑا۔ میرا رزلٹ آنے میں ابھی دو تین ماہ باقی تھے۔ فراغت کے ان لمحات میں، میں نے کمپیوٹر کورسز کرنے کی ٹھان لی۔ میرے بھائی کو اللہ نے میری رہنمائی کا ذریعہ بنایا۔ انہوں نے مجھے "تفہیم دین کورس" کرنے کا مشورہ دیا۔ پہلے تو میں نے اُن کی بات کو اہمیت نہ دی اور یہ رٹ لگائی کہ کمپیوٹر کورس ہی کروں گی۔ مگر انہوں نے مجھے سمجھایا، کورس کی اہمیت بتائی۔ چنانچہ بالآخر میں "تفہیم دین کورس" کے لئے آمادہ ہوگئی۔

یہ کورس تنظیم اسلامی حلقہ خواتین نارتھ کراچی کے زیرِ انتظام کرایا جا رہا ہے۔ کورس کی روحِ رواں روحی آنٹی تھیں۔ جن کے خلوص و محبت اور دلچسپ طریقہ تدریس اور قرآن کی بے پناہ تاثیر نے مجھ پر گہرا اثر ڈالا۔ کورس کے دوران مجھے زندگی کی حقیقت کا شعور حاصل ہوا۔ میں کیا ہوں؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ انسان ہونے کے ناطے میرا کیا مقام ہے؟ ان سوالات کے تفصیلی جوابات سے آگاہی ہوئی۔ گویا یہ کورس میری زندگی کا turning point بن گیا۔ حقیقتِ زندگی کی آگاہی سے پہلے شہرت حاصل کرنا، اونچا مقام حاصل کرنا، غرور و فخر میری زندگی کا نصب العین بن گئے تھے۔ اب جب کہ اِس دنیاوی زندگی کی حقیقت معلوم ہوئی تو پتا چلا کہ یہ دنیا تو سراسر دھوکہ اور فریب ہے۔ پیتل کے کنگن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہے، اور میں نادانی میں اُسے خالص سونا سمجھ بیٹھی ہوں۔

مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی اور احساس ہوا کہ دنیاوی زندگی، اُس لامحدود زندگی کے مقابلے میں جو مرنے کے بعد شروع ہونے والی ہے انتہائی مختصر ہے، مگر اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ مجھے اِس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی زندگی کے لئے تیاری کرنی ہے۔ اپنے مالکِ حقیقی کو راضی کرنا ہے۔ مجھے روزِ محشر کامیاب ہونے کے لئے جدوجہد کرنی ہے۔ اور وہاں ایوارڈ حاصل کرنا ہے، تاکہ اصل عزت، شہرت اور سرخروئی حاصل کر سکوں۔

الحمدللہ! اب میں قرآنِ پاک ترجمہ اور تفسیر سے پڑھتی ہوں۔ قرآن آئینے کی طرح مجھے میری تصویر دکھاتا ہے۔ وہ مجھے بتاتا ہے کہ میری زندگی کے چہرے پر کہاں کہاں اور کیسے کیسے داغ دھبے ہیں۔ میں اپنی اصلاح کی بھرپور کوشش کر رہی ہوں۔ میں اپنے بھائی کے اِس احسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی، کہ انہوں نے میری راہنمائی کی۔ نہ صرف صحیح راہ دکھلائی بلکہ میرے لیے مستقل رہنمائی کا انتظام بھی کر دیا، کیونکہ زندگی کے اِس سفر میں بھٹکنے کا اندیشہ ہر وقت موجود ہے۔ شیطان راہِ حق کے راستے میں گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے۔ مختلف تدابیر سے انسان کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ میں زندگی کے اس پُر پیچ راستے اور صحرا میں ایک ایسے قافلے سے جڑ گئی ہوں، جس کا نصب العین اللہ کی رضا اور اُخروی نجات کا حصول ہے، جن کا عزم اللہ کے کلمہ کی سربلندی ہے۔ جن کا جہاد اپنے سرکش نفس، باطل نظریات، منکرات اور طاغوتی نظام کے خلاف ہے۔

اب میں بھی اِس قافلے کی راہی ہوں۔ میرا سفر منزل کی طرف شروع ہو چکا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دنیا کی اس پُر پیچ وادیوں اور صحراؤں میں گم ہونے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

جناب صدر! یہ ہے دہشت گردی

عرفان صدیقی

کراچی میں جو کچھ ہوا، اُس نے پتھروں کو بھی رلا دیا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کس کی شہ پر ہوا؟ کس کی منصوبہ بندی سے ہوا؟ کون اتنا منہ زور شہ زور تھا جس نے فوج کو متحرک نہ ہونے دیا؟ جس نے رینجرز کے ہاتھ باندھ دیئے؟ جس نے پولیس کو ہتھکڑیاں ڈالے رکھیں؟ کس نے کون سے فولادی کھونٹے کی اشیر باد سے شہر قائد کو 'کوئے قاتل' بنا دیا؟ کس نے یہ فیصلہ کیا کہ جسٹس افتخار محمد چودھری شہر میں داخل نہیں ہو سکتے؟ کس نے ہر گلی، ہر شاہراہ، ہر سڑک کی ایسی ناکہ بندی کی کہ سوا کروڑ آبادی کا شہر مفلوج ہو کے رہ گیا؟ کس کا دبدبہ تھا کہ چیف جسٹس کے سامنے بیٹھے آئی جی پولیس نے حکم پر عملدرآمد سے معذرت کر لی؟ کس کا جلال تھا کہ عدلیہ کے احکامات کوڑے دان میں پھینک دیئے گئے!

کیا یہ سرحد پار سے آئے ہوئے ایجنٹوں نے کیا؟ کیا یہ القاعدہ کا کیا دھرا ہے؟ کیا یہ لال مسجد کے پیروکاروں کی کارروائی تھی؟ کیا یہ مریخ سے اُتری کوئی خلائی مخلوق تھی جو سلیمانی ٹوپی پہن کر آئی اور خون کی ہولی کھیل کر واپس چلی گئی؟ کیا اس غارتگری کا منصوبہ وکلاء نے بنایا تھا؟ کیا اس کی منصوبہ سازی چیف جسٹس آف پاکستان نے کی تھی؟ آخر یہ کون تھے جو گھنٹوں، پہروں شہر قائد کی سڑکوں پر دندناتے رہے؟ جو اپنے چہروں پر نقاب ڈالے بغیر دیدہ دلیری کے ساتھ کھوپڑیوں اور سینوں پر گولیاں برساتے رہے؟ کیا ''آج'' ٹی وی پر پونے چھ گھنٹے تک چاند ماری کرنے والے چہرے ڈھکے چھپے ہیں؟ غضب خدا کا، چالیس معصوم انسان خاک وخون میں نہا گئے، ڈیڑھ سو سے زیادہ زخمی ہو گئے، درجنوں عمر بھر کے لئے معذور ہو گئے، سینکڑوں گاڑیاں، عمارتیں اور پٹرول پمپ نذر آتش ہو گئے اور پورے کراچی سے کوئی ایک بھی گرفتاری نہ ہوئی۔ کہاں تھی ریاست کی وہ بدمست انا جس نے پہاڑوں کی تاریک غاروں سے اکبر بگٹی کو ڈھونڈ نکالا؟ کہاں گئی وہ ریاستی رٹ جو وزیرستان کی گھاٹیوں میں، اندھیروں کی چادر اوڑھے کسی کھوہ میں بیٹھے نیک محمد کو دیکھ لیتی اور آسمانوں سے قاتل شعاعیں بھیج کر اُسے بھسم کر دیتی ہے؟ کہاں گئی وہ قوت قاہرہ جو باجوڑ کے تہجد گزار جوانانِ رعنا کو آخر شب کے جھٹپٹے میں دیکھ لیتی اور پل بھر میں انہیں راکھ بنا دیتی ہے؟ کہاں گیا وہ ''عزم راسخ'' جو چھ برس سے امریکی کروسیڈ کی دہلیز پر ناک رگڑ رہا ہے؟ جنگ دہشت گردی کا ہراول دستہ بننے والوں کی تیز نگاہیں 12 مئی کی ''دہشت گردی'' کو کیوں نہیں دیکھ پائیں؟

صدر مشرف نے اسلام آباد کی ریلی میں دونوں ہاتھ لہراتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔ پنجاب اور سرحد کے طول وعرض سے سمیٹے گئے بددل، بے ذوق، بیزار اور منتشر مجمعے کو اپنی طاقت قرار دیا۔ کہا کہ کراچی میں بھی عوام نے ایسی ہی طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن کچھ شرپسندوں نے ان پر گولیاں چلا دیں۔ جناب صدر نے شہداء کو خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ ''ان شہداء نے عدلیہ کی صحیح آزادی کی راہ میں جانیں قربان کی ہیں۔'' بلاشبہ اللہ نے چاہا تو یہی لہو عدلیہ کی آزادی کے عہدِ نو کا روشن دیباچہ بنے گا۔ لاریب کہ اب عدالتوں کو بھی کراچی کے شہداء کی روحوں کا لحاظ کرنا ہو گا لیکن گستاخی پہ محمول نہ کیا جائے تو عرض ہے کہ بے گناہوں کے لہو سے کھیلنے اور شہر بھر کو یرغمال بنا کر دہشت گردی کا مکروہ مظاہرہ کرنے والی چیز ''عوام کی طاقت'' نہیں، کوئی اور خون آشام شے ہوا کرتی ہے۔ ''عوام کی طاقت'' کبھی اتنی خونخوار، اتنی سفاک، اتنی سنگدل اور اتنی درندہ مزاج نہیں ہو سکتی۔ ''عوام کی طاقت'' تو فرشتوں کے دامن کی طرح پاکیزہ، بادِ نسیم کی طرح لطیف اور جوئے نغمہ خواں کی طرح خوش خرام ہوتی ہے۔ بستیوں کو آگ، خون اور بارود کی نذر کر دینے والی شے کو عوامی طاقت کہنا، درندگی اور سفاکی کو عزت بخشنا ہے۔

امریکہ کا تصور دہشت گردی تو جعل سازی، منافقت اور دوغلے پن کا مکروہ ڈراما ہے۔ اصل دہشت گردی وہ ہے جس نے کراچی میں سر اُٹھایا ہے..... قوم دیکھ رہی ہے کہ صدر مشرف اس سے کس طرح نبٹتے ہیں

دہشت گرد کون تھے؟ اپوزیشن کی جماعتیں یا حکومت کے اتحادی؟ اس کا فیصلہ ہونا چاہئے اور جلد ہونا چاہئے۔ ایک رائے خیبر کے پہاڑوں سے بحیرہ عرب کی لہروں تک گردش کر رہی ہے۔ ایک احساس کروڑوں پاکستانیوں کے دل میں مچل رہا ہے اور وہ زبان درازوں کی دلیلوں سے بے نیاز ہے۔ ہر شخص دکھی، ہر آنکھ پُرنم اور ہر دل مضطرب ہے۔ سوال واضح ہے کہ قاتل کون تھے؟ تقاضا صرف اس قدر ہے کہ بش کی جنگ دہشت گردی کو نصب العین بنا لینے والے اس دہشت گردی پہ کیوں چُپ ہیں؟ اسے ''عوام کی طاقت'' کیوں کہہ رہے ہیں؟

کہا جاتا ہے چیف جسٹس کراچی نہ جاتے تو ایسا نہ ہوتا۔ یہ انتہائی بودی، کمزور، پھسپھسی اور لایعنی دلیل ہے۔ چیف جسٹس راولپنڈی گئے، چیف جسٹس 160 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے پشاور پہنچے۔ انہوں نے صوبہ سندھ میں سکھر کا دورہ کیا۔ سندھ ہی کے ایک بڑے اور گنجان آباد شہر حیدر آباد گئے، پھر انہوں نے پنجاب میں تین سو کلومیٹر کا سفر 26 گھنٹوں میں طے کیا، وہ رات کی تاریکی میں ہزاروں لوگوں کے ساتھ کئی قصبوں اور شہروں سے گزرے، ہر کہیں ان کا والہانہ استقبال ہوا، ہر کہیں وکلا کے علاوہ سیاسی کارکنوں اور عوام نے ریلیاں نکالیں، کہیں پٹاخہ تک نہ چھوٹا، کسی کو خراش تک نہ آئی۔ اگر چیف جسٹس ذمہ دار ہیں تو راولپنڈی، پشاور، لاہور، سکھر اور حیدر آباد میں کسی کی نکسیر تک کیوں نہیں پھوٹی؟ صرف کراچی پر ہی قیامت کیوں ٹوٹی؟ وہ بھی اس حال میں کہ چیف جسٹس ایئرپورٹ سے نکل ہی نہ پائے۔

کسی زمانے میں کراچی ہی کے حوالے سے ''نوگوایریا'' کی اصطلاح عام ہوئی تھی۔ دو دھڑوں نے اپنے اپنے علاقے مخصوص کر لئے تھے۔ ایک کا دوسرے کے مقبوضہ علاقوں میں داخلہ ناممکن تھا۔ یہ وہی دور ہے جب فوج کے زیرِ نگرانی ''قیدیوں'' کا تبادلہ ہوا تھا اور اب پورا کراچی ''نوگوایریا'' بنا دیا گیا ہے۔ ایسا ''نوگوایریا'' کہ چیف جسٹس آف پاکستان بھی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ ایسا ''نوگوایریا'' کہ اُن کے ہمراہ جانے والے وکلا اور صحافیوں کو بھی صوبہ بدر کر دیا گیا۔

کیا اسلام آباد والوں کو اندازہ ہے کہ کراچی پر کیا گزر گئی؟ کیا انہیں خبر ہے کہ خلق خدا کس (باقی صفحہ 15 پر)

☆ اگر امام نے بے وضو نماز پڑھا دی تو کیا کیا جائے؟ ☆ کیا بچوں کو نظر لگ جاتی ہے؟

☆ کیا قسطوں پر چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے؟

☆ اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں شوہر کی کتنی ذمہ داری ہے؟

پوچھے گئے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: اگر امام نے بے وضو نماز پڑھا دی تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: احناف کے نزدیک اگر امام نے بغیر وضو کے نماز پڑھا دی تو مقتدی اس نماز کو دوبارہ لوٹائیں گے جبکہ شوافع کے نزدیک صرف امام کے لیے نماز لوٹانا ضروری ہے جبکہ مقتدیوں کی نماز ہو جائے گی۔ اس سلسلے میں صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ امام اگر تمہیں پڑھاتے وقت صحیح نماز پڑھائیں تو دونوں کی نماز صحیح ہو گی اور اگر امام کوئی خطا کرے تو وبال صرف امام پر ہو گا۔ حضرت عمرؓ سے صحیح روایت سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ حالت جنابت میں بھول کر نماز پڑھا دی، جب انہیں یاد آیا تو انہوں نے نماز لوٹائی جبکہ مقتدیوں نے نماز نہیں لوٹائی۔

واللہ اعلم بالصواب

س: کیا قسطوں پر چیزوں کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے؟

ج: اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح موقف یہی ہے کہ قسطوں پر کوئی چیز خریدنا جائز ہے لیکن اس کی کچھ شرائط ہیں: قیمت اور وقت طے ہو اور وقت میں تاخیر کی صورت میں قیمت میں مزید اضافہ نہ ہو۔ خرید و فروخت کے وقت ایک ہی سودا کیا جائے، یعنی اس طرح نہ کہے کہ نقد اتنے کی لوں اور ادھار اتنے کی، بلکہ گاہک دوکاندار سے نقد کی بات کرے یا اُدھار کی۔

س: کیا بچوں کو نظر لگ جاتی ہے؟ جب کبھی ایسا معلوم ہو کہ بچے کو نظر لگ گئی ہے تو کیا کرنا چاہیے؟ کیا سرخ مرچیں جلانا اور کوئی چیز وارنا جائز ہے؟

ج: نظر کا لگنا برحق ہے اور نصوص سے ثابت ہے۔

اس کے علاج کے طور پر ایک تو ادعیہ ماثورہ کا ورد کرے، مثلاً ایک دعا ہے "بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ وَعَيْنِ حَاسِدٍ بِاسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ" (الترمذی) "میں اللہ کے نام سے تمہیں دم کرتا ہوں' ہر اس چیز سے جو تجھے اذیت دیتی ہو اور ہر ایک نفس کے شر سے اور حسد کرنے والی آنکھ سے۔ تمہیں اللہ کے نام سے دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھے شفا دے۔

علاوہ ازیں بچوں کی نظر بد سے حفاظت کے لیے یہ دعا صبح و شام ان پر پڑھ کر پھونکتا رہے۔ "اُعِيْذُكَ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ" "میں تجھے اللہ کے پورے ہونے والے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے اور جن سے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے"

مزید یہ کہ اگر معلوم ہو کہ فلاں کی نظر لگی ہے تو اس کو کچھ پانی غسل کرنے کے لیے دے اور اس کے غسل کیے گئے پانی کو استعمال کرے۔

س: جوائنٹ فیملی سسٹم میں شرعی پردے کے بارے میں کیا حکم ہے جبکہ آج کل گھر بھی اتنے بڑے نہیں ہوتے کہ شرعی پردے کے احکامات پر عمل کیا جاسکے؟

ج: ممکن حد تک انسان کو شرعی احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، پھر بھی اگر کوئی کمی کوتاہی ہو جائے تو وہ ان شاء اللہ قابل معافی ہو گی۔

س: اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلے میں شوہر کی کتنی ذمہ داری ہے؟

ج: اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو زکوٰۃ اس پر فرض ہے شوہر پر نہیں۔ ہاں اگر شوہر ادا کر دے تو یہ اس کا بیوی پر احسان ہو گا اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اصولی بات یہی ہے کہ زکوٰۃ اسی پر فرض ہوتی ہے جس کا مال ہو۔ چونکہ عموماً زیورات بیوی کے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی زکوٰۃ بھی بیوی پر عائد ہوتی ہے۔ اگر اس کے پاس رقم نہیں ہے تو ان زیورات میں کچھ حصہ بیچ کر اس کی زکوٰۃ ادا کرے یا ان زیورات کو کم کرے تاکہ وہ زکوٰۃ کے نصاب کو نہ پہنچیں۔

س: کیا شوہر کا بیوی کو غلطی سے ماں' بہن یا بیٹی کہنے سے یا بیوی کا شوہر کو بھائی' بیٹا' باپ کہنے سے نکاح پر اثر ہوتا ہے؟

ج: غلطی سے ایسا کوئی لفظ منہ سے نکل جائے تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

بقیہ: کالم آف دی ویک

کرب میں ہے؟ کیا صدر پرویز مشرف کو اندازہ ہے کہ ہنستی کھیلتی بستیوں کو "نوگوایریا" بنا دینے والی والی فکرِ بیمار کو "عوامی طاقت" کا اعزاز بخش دیا گیا تو کل وفاق کے عالی مرتبت رہنماؤں کو بھی مزارِ قائدؒ پر فاتحہ خوانی کرنے کے لئے پرمٹ لینا پڑے گا؟ کیا "استحکام پاکستان" اسی کو کہتے ہیں؟

اگر عدلیہ کا معاملہ سیاسی نہیں تو کراچی کی خونریزی بھی سیاسی ایشو نہیں۔ یہ اوّل و آخر 'دہشت گردی' تھی اور جس طرح 'دہشت گرد' کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، اسی طرح اس کا کوئی سیاسی مسلک بھی نہیں ہوتا۔ اگر صدر مشرف امریکہ کے لئے خطرہ بننے والی "دہشت گردی" کو کچلنے کے لئے سپاہیانہ جانبازی سے کام لے سکتے ہیں تو اُس اصل دہشت گردی سے کیوں صرفِ نظر کر رہے ہیں جس نے پاکستان کی سلامتی، بقا اور استحکام کو سوالیہ نشان بنا دیا ہے؟ وہ پاک فوج کے سربراہ ہیں، پاکستان کے صدر ہیں۔ وہ اس آشوب سے بے نیاز ہو جائیں کہ کراچی کو یرغمال بنا کر آگ اور خون کا کھیل کھیلنے والے اُن کے سیاسی حریف ہیں یا سیاسی حلیف۔ وہ وردی اور اپنے منصب کی لاج رکھتے ہوئے دہشت گردوں اور دہشت گردی کو کچل دیں۔

امریکہ کا تصور دہشت گردی تو جعل سازی، منافقت اور دوغلے پن کا مکروہ ڈراما ہے۔ اصل دہشت گردی وہ ہے جس نے کراچی میں سر اُٹھایا ہے..... قوم دیکھ رہی ہے کہ صدر مشرف اس سے کس طرح نبٹتے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ "نوائے وقت")

قارئین! کالم "تفہیم المسائل" کے لئے آپ اپنے سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیج سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر انتظام ایک روزہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیرِ اہتمام 25 مارچ 2007ء جامع مسجد الھدیٰ کبیل میں ایک روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ناظم حلقہ پنجاب شمالی جناب خالد محمود عباسی نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ نقابت کے فرائض رفیق تنظیم اسلامی راجہ احمد بلال ناصری ایڈووکیٹ نے ادا کیے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز دس بجے تلاوتِ قرآنِ حکیم سے ہوا۔ سب سے پہلے رکن جماعتِ اسلامی گوجر خان حافظ سراج الحق نے ''عظمت قرآن'' کے موضوع پر گفتگو کی۔ اس کے بعد مقامی ناظمِ دعوت حاجی فاروق حسین نے ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم اپنے کردار کو سیرتِ نبوی ﷺ سے منور نہیں کرتے، حضور ﷺ کے سچے امتی ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔

امیرِ تنظیم اسلامی گوجر خان راجہ مشتاق حسین نے سورۃ العصر کی روشنی میں فکرِ آخرت پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ آخرت کی کامیابی حقیقی کامیابی اور وہاں کا خسارہ اصلی خسارہ ہے۔ اپنی زندگیوں کو حقیقی ایمان سے منور کر کے اور اعمالِ صالحہ کی بجا آوری سے ہم اللہ کو راضی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایمانی زندگی کی شاہراہ پر چلتے ہوئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم دوسروں انسانوں تک اللہ کا دین پہنچائیں، اور اجتماعی سطح پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جدوجہد کریں اور اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں اُن پر صبر کریں، اور راہِ حق سے سرمو انحراف نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ چاروں کام کئے بغیر آخرت میں نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔

ناظمِ حلقہ پنجاب شمالی خالد محمود عباسی نے فرائض دینی کے جامع تصور پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری پہلی ذمہ داری عبادتِ رب ہے۔ تمام انبیائے کرام نے اپنی اپنی قوم کو عبادتِ رب کی دعوت دی۔ انہوں نے ''عبد'' کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ غلامی کا تقاضا ہے کہ اپنے آپ کو ہمہ وقت، ہمہ وجوہ اپنے رب کے حوالے کیا جائے۔ انہوں نے کہا نبی اکرم ﷺ تمام انسانیت کے لئے نبی ﷺ بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی ذمہ داری لوگوں پر دین کی گواہی دینا تھا۔ آپؐ کے وصال کے بعد یہ ذمہ داری آپؐ کی امت کی ہے، اسی لئے اُسے خیرِ امت کا اعزاز عطا کیا گیا ہے۔ اس ذمہ داری سے غفلت اُخروی خسارے کا باعث ہے۔ ہمارا تیسرا فریضہ تکبیرِ رب ہے۔ انہوں نے کہا اگر تھانہ، کچہری، پارلیمنٹ وغیرہ میں اللہ کے احکامات کے مطابق فیصلے نہیں ہو رہے اور ملک کے ہر نظام میں اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلوں کو مقدم نہیں مانا جاتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تکبیرِ رب کا تقاضا پورا نہیں ہو رہا۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی تئیس سالہ زندگی دعوت و اقامتِ دین کی جدوجہد سے عبارت ہے۔ عصرِ حاضر میں اقامتِ دین کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب تک دین قائم نہیں ہوگا، حقیقی طور پر نہ اللہ کی بندگی کی جا سکتی ہے اور نہ ہی صحیح طور سے پوری دنیا تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں کہا کہ بالآخر پوری دنیا میں دوبارہ نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوہ قائم ہوگا۔ صدرِ مجلس سابق امیر جماعتِ اسلامی تحصیل گوجر خان حاجی راجہ محمد اشفاق احمد خان کے دعائیہ کلمات پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

اسرہ پھالیہ کی ماہانہ شب بیداری

اسرہ پھالیہ کی ماہانہ شب بیداری کا پروگرام 21 اپریل بروز ہفتہ بعد از نمازِ مغرب ڈاکٹر شکیل اقبال کی رہائش گاہ میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت و ترجمہ کی سعادت جناب مقصود احمد بٹ کے حصہ میں آئی۔ درس قرآن کی ذمہ داری راقم السطور کی تھی۔ راقم نے سورۃ المزمل کی ابتدائی آیات کی روشنی میں ایک داعی کے لئے نماز تہجد کی اہمیت نمایاں کی اور مومنانہ کردار سازی کے لئے نمازِ تہجد کی فضیلت و اہمیت کو واضح کیا۔ ازاں بعد پروفیسر مبشر نعیم نے تنظیم اسلامی کی تاسیس کے موقع پر مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم و مغفور کی تقریر کے ابتدائی حصہ کا اجتماعی مطالعہ کروایا، جس کے دوران نمازِ عشاء کا وقفہ ہوا۔ اگلا پروگرام سیرتِ صحابہؓ کا تھا۔ مقصود احمد بٹ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زندگی کے چیدہ چیدہ واقعات سنائے۔ مبتدی رفیق تنظیم مظہر حسین نے کھانے کے آداب بیان کئے۔ اس کے بعد قاری عنایت اللہ نے سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات کو قواعد تجوید کے مطابق پڑھایا، اذکارِ مسنونہ اور ادعیہ مسنونہ میں فرق سمجھایا۔ پروگرام کے آخر میں جناب ظفر اللہ نے ایک حدیثِ مبارکہ مع ترجمہ سنائی۔

یہ پروگرام رات ساڑھے گیارہ بجے مسنون دعا پر اختتام پذیر ہوا، جس کے بعد رفقاء اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (مرتب: نقیب اسرہ)

تنظیم اسلامی کا کوئٹہ میں مظاہرہ

26 اپریل 2007ء بروز جمعرات کوئٹہ میں مظاہرہ کیا گیا، جس میں تقریباً 40 رفقاء و احباب شریک ہوئے۔ رفقائے تنظیم بعد نماز عصر دفتر تنظیم سے روزانہ ہو کر پریس کلب پہنچے۔ وہاں کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد منان چوک کی طرف گئے۔ منان چوک سے میزان چوک کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں آذانِ مغرب تک مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ جرائم کا خاتمہ اور امن وامان کا قیام صرف نفاذ شریعت کے ذریعے ہی ممکن ہے اور مسلمانوں کے تمام مسائل کا واحد حل اللہ کے دین میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے غلام ہیں۔ جو جانی، مالی اور ذہنی وسائل ہمارے پاس ہیں، بطور امانت ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ تمام انسان برابر ہیں، کسی کو کسی پر رنگ، نسل، علاقے یا زبان کی بنیاد پر برتری حاصل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دشمن قوتیں چاہتی ہیں کہ نام نہاد ماڈریٹ مسلمانوں اور لادین سیکولر مسلمانوں کو ملا کر ان کے ذریعے امت کی سوچ اور اپروچ پر قبضہ کیا جائے، اور ان کے ذہن سے حقیقی اسلام نکال دیا جائے، ان کو دبایا جائے، مگر ہم بتانا چاہتے ہیں کہ یہودی اور عیسائیوں کا نیو ورلڈ آرڈر کبھی بھی مسلمانوں پر مسلط نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی دھرتی پر ان شاء اللہ اللہ کا دین ضرور غالب ہوگا۔

مظاہرے میں 20 پلے کارڈ اور دو بینرز استعمال کئے گئے۔ یہ مظاہرہ مغرب کے وقت اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مزید ہمت عطا فرمائے اور ہماری سعی و جہد کو قبول فرمائے۔

(رپورٹ: محمد راشد گنگوہی)

بہاولنگر میں نظام خلافت کے حق میں مظاہرہ

حلقہ بہاولنگر و بہاولپور میں امیر حلقہ منیر احمد نے بعد از مشاورت یہ فیصلہ کیا کہ حلقہ میں دو مقامات پر نظام خلافت کے حق میں الگ الگ مظاہرے کئے جائیں گے۔ ایک مظاہرہ بہاولنگر میں اور دوسرا مظاہرہ بہاولپور میں ہوگا۔ البتہ تاریخ اور وقت ایک ہی مقرر کیا گیا۔ بہاولپور میں مظاہرے کی ذمہ داری ناظم مالیات جناب ذوالفقار علی کے سپرد کی گئی جبکہ بہاولنگر میں معاملات امیر حلقہ نے خود سنبھالے۔

29 اپریل 2007ء بروز اتوار ضلع بہاولنگر کے رفقاء (سوائے مروٹ کے) دس بجے کمرشل کالج چوک میں جمع ہوئے۔ امیر حلقہ نے مظاہرے سے قبل اپنے مختصر خطاب میں رفقاء کو اس بات کی یاددہانی کرائی کہ یہ مظاہرہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ اگر کسی رفیق کے پیشِ نظر کوئی اور مقصد ہوا تو وہ اپنا لگایا گیا یہ وقت بھی ضائع کر بیٹھے گا اور کچھ حاصل بھی نہ ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ دوران مظاہرہ اللہ کے ذکر اذکار سے اپنی زبان کو تر رکھیں اور نگاہوں کی حفاظت کریں۔

موقف عوام کے سامنے بیان کر رہے تھے۔ نماز مغرب سے ذرا پہلے دعا کے ساتھ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔ مظاہرہ میں 50 رفقاء اور 10 احباب نے شرکت کی۔ آخر میں امیر حلقہ نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

پریس ریلیز 12 مئی 2007

''موجودہ حکومت فوری طور پر مستعفی ہو کر اقتدار چیف جسٹس آف پاکستان کے حوالہ کر دے''

ڈاکٹر اسرار احمد

ڈاکٹر اسرار احمد نے کراچی میں جاری ہنگاموں میں جانی و مالی نقصان پر شدید رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ حالیہ واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ ملک میں حکومت نام کی کوئی شے موجود نہیں، بلکہ مختلف مفاد پرست گروہ ہیں جو اپنے اپنے علاقہ میں حکمران ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ملک کو مکمل تباہی سے بچانے کی اب ایک ہی صورت دکھائی دیتی ہے کہ موجودہ حکومت فوری طور پر مستعفی ہو کر اقتدار چیف جسٹس آف پاکستان کے حوالہ کر دے جن کی ساکھ اس وقت پورے ملک میں قائم ہو چکی ہے۔ (معتمد ذاتی، سردار اعوان)

بقیہ: اداریہ

رنگ میں بھنگ ڈال رہا تھا۔ بسنت منانے کا آرڈیننس جاری کر دیا گیا۔ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس سے زیادہ شہریوں کی گردنیں کٹ گئیں۔ ہٹلر یا تاتاریوں کے سروں پر سینگ نہیں تھے، یہی بربریت، درندگی اور بہیمیت کی صفت تھی، جس کی بنا پر مورخ نے تاریخ کے تاریک گوشہ میں اُن کی جگہ معین کی۔ بہر حال اِس بہت بڑے شر سے ایک خیر بھی برآمد ہوا ہے وہ یہ کہ سیکولر اتحاد کا تیاپانچہ ہو گیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کھل کر حکومت کے سامنے آ گئی ہے اور اسفند یار ولی خاں نے ایم کیو ایم کی انتہائی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے اور 12 مئی کے قتل و غارت کا اُنہیں ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

اگرچہ ہم سمجھتے ہیں کہ صدر مشرف کچھ سننے کے موڈ میں نہیں، لیکن ہمیں اپنا فرض نبھانا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فوج اور عدلیہ کے اِس تصادم میں کسی کے ہاتھ کچھ نہیں لگے گا اور غریب عوام پس جائیں گے۔ اِس بحران کا عارضی لیکن فوری اور ہنگامی علاج یہ ہے کہ صدر مشرف اپنے عمل سے ثابت کریں کہ وہ دل و جان سے سب سے پہلے پاکستان پر یقین رکھتے ہیں، اور اپنی ذات سے اوپر اُٹھیں، ایک غیر جانبدار عبوری حکومت قائم کر کے خود Step down کر جائیں، تاکہ مکمل طور پر آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کا انعقاد ممکن ہو۔ ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیے کہ پاکستان اپنی شمال مغربی سرحدوں پر حالتِ جنگ میں ہے۔ 12 مئی کے فوری بعد افغان فوج کا پاکستانی چوکی پر بھرپور حملہ اتفاقی نہیں ہو سکتا۔ پشاور کے ہوٹل میں کل ہونے والا خودکش دھماکہ صورتحال کی سنگینی کو اور بھی واضح کرتا ہے۔ مشرق میں بھارت ہماری سرحدوں کے قریب فوجی مشقیں کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں باہمی جنگ و جدل اور قتل و غارت ہماری آزادی اور سلامتی کے لئے تباہ کن ہو سکتا ہے۔ آخر میں ہم چیف جسٹس اور اُن کے وکلا سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنی جنگ قانون اور عدالتوں تک محدود کر دیں۔ جہاں تک حکومت اور اُس کی اتحادی جماعت کا 12 مئی کے واقعات کی مذمت کرنا اور اُسے دوسروں کے سر تھوپنے کی کوشش کرنا ہے، اِس پر ہم اِس کے سوا کیا تبصرہ کر سکتے ہیں کہ چور مچائے شور۔

میٹرک کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
کے زیر اہتمام اِس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کا انعقاد...... 28 مئی تا 30 جون 2007ء...... ہوگا، ان شاء اللہ!

اوقات: صبح 8:30 تا دوپہر 12.10 بجے روزانہ

مضامین:

1) تجوید و ناظرہ
2) مطالعہ قرآن حکیم
3) مطالعۂ حدیث
4) تعارف ارکان اسلام، مسائل نماز
5) کمپیوٹر EDP
6) بنیادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

کورس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

ہاسٹل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کو شام کے اوقات میں بھی معروف رکھنے کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ!

نوٹ: کورس فیس 500 روپے جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کیلئے زر طعام در ہائش 1800 روپے

ان مستحق طلبہ کے لئے جو واجبات ادا نہ کر سکتے ہوں، خصوصی رعایت کی سہولت

المعلن: پروفیسر طارق مسعود، پرنسپل قرآن کالج (فون: 042-5833637)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ
ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ، ایکسرے، ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپاٹائٹس بی اور سی /Elisa Method کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED
CLINICAL LAB
BY MOODY
INTERNATIONAL

النصر لیب: 950۔بی، مولانا شوکت علی روڈ، فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور
فون: 5162185-5163924 موبائل: 0300-8400944
E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

جنگ آزادی کی ڈیڑھ سو سالہ سالگرہ

10 مئی 1857ء کو میرٹھ میں ہندوستانی سپاہیوں نے گوروں کے خلاف جو تحریک آزادی شروع کی، وہ بہت جلد پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ بدقسمتی سے نظم وضبط اور روابط نہ ہونے کے باعث یہ جنگِ آزادی کامیاب نہ ہوسکی مگر ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں کے سینوں میں آزادی کا شعلہ بھڑکا گئی جو 1947ء تک سلگتا رہا اور پھر بھڑک کر تاجِ برطانیہ کے اقتدار کو جلا گیا۔

پچھلے دنوں بھارتی حکومت نے جنگ آزادی 1857ء کی ڈیڑھ سو سالہ سالگرہ منائی۔ اس سلسلے میں مرکزی تقریب لال قلعہ، دہلی میں منعقد ہوئی جس سے بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ نے خطاب کیا۔ انہوں نے جنگ آزادی کے مجاہدین کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس جنگ میں مرکزی کردار مسلمانوں خصوصاً علماء نے ادا کیا تھا۔ جنگ میں کئی علماء ہندوستانی فوج کے شانہ بشانہ لڑے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ سولہ کروڑ مسلمانوں کے دیس پاکستان میں سرکاری یا نجی سطح پر اس سلسلے میں کوئی تقریب منعقد نہیں کی گئی۔ اپنی تاریخ کے ایک نہایت اہم واقعے سے ایسی بے خبری انتہائی شرمناک ہے۔ نئی نسل کو ''جنگ آزادی 1857ء'' سے متعارف کروانے کا یہ اچھا موقع تھا، جو ہاتھ سے نکل گیا۔

عراق میں امریکی فوجیوں کی ہلاکت

ماہ مئی کے دوران عراق میں 39 امریکی فوجی جہنم واصل ہو چکے ہیں۔ اگر یہ شرح برقرار رہی، تو یہ مہینہ امریکی فوج کے لیے سب سے زیادہ خونی ثابت ہوسکتا ہے۔ یاد رہے کہ مغرب کے متعصب ذرائع ابلاغ کے مطابق مارچ 2003ء سے لے کر اب تک 3390 امریکی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔

عراق میں کرپشن کا نتیجہ

ایک امریکی سرکاری رپورٹ کے مطابق کرپشن اور اسمگلنگ کے ذریعے عراقی حکومت کو ہر سال اربوں ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ عراقی ملازمین کی ملی بھگت سے روزانہ ایک لاکھ یا تین لاکھ بیرل تیل غیر قانونی طور پر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ یوں عراقی حکومت کو روزانہ 5 تا 15 ملین ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس انکشاف نے بش حکومت کے اس دعوے کی قلعی کھول دی ہے کہ عراق میں تیل وگیس کی صنعت کی تعمیر نو کر لی گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق امریکی حکومت نے عراق کی تعمیر نو کے لیے جو 7.4 ارب ڈالر رکھے تھے، ان میں سے 5.1 ارب ڈالر خرچ ہو چکے ہیں، مگر نتیجہ ڈھاک کے پات نکلا۔

فلسطین میں اسرائیل کی دیوار برلن

اسرائیل نے فلسطینی مقبوضہ علاقوں میں ایک چوڑی چکلی دیوار تعمیر کر رکھی ہے۔ بظاہر یہ اس لیے بنائی گئی تاکہ فلسطینی مجاہدین کی سرگرمیاں روکی جاسکیں۔ تاہم اصل مقصد ان علاقوں پر قبضہ کرنا ہے۔ اب اقوام متحدہ کے ایک ادارے نے تین نمائندے مقرر کیے ہیں تاکہ وہ دیوار کی تعمیر سے فلسطینیوں کو پہنچنے والے نقصان کا تخمینہ لگا سکیں۔

کوسووہ کی آزادی

امریکا کے انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ، نکولاس برنز نے انکشاف کیا ہے کہ ان کی حکومت جلد ہی سلامتی کونسل میں ایسی قرارداد پیش کرنے والی ہے، جس کے ذریعے کوسووہ کی آزادی کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ تاہم سربیا اور روس اس راہ میں ضرور رکاوٹیں ڈالیں گے۔ لگتا ہے، امریکی حکومت پر عرب حکمرانوں کا زبردست دباؤ ہے کہ 90 فیصد والے مسلم علاقے کوسووہ کو آزاد ریاست قرار دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا، تو وہ یورپ میں ابھرنے والی دوسری مسلم ریاست ہوگی۔

مشرقی یروشلم میں اسرائیلی بستیاں

اسرائیل نے مشرقی بیت المقدس میں یہودیوں کے لیے بیس ہزار نئے گھر تعمیر کرنے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ اس پر فلسطینیوں نے شدید احتجاج کیا ہے کیونکہ وہ اس علاقے کو اپنی مملکت کا دارالحکومت بنانا چاہتے ہیں۔ یاد رہے کہ مشرقی بیت المقدس میں پہلے ہی دو لاکھ یہودی مقیم ہیں۔ نیز دو لاکھ تیس ہزار فلسطینی بھی جو قانوناً اسرائیلی شہری ہیں۔

نئے اسرائیلی منصوبے سے عیاں ہے کہ وہ مشرقی بیت المقدس پر تسلط جمانا چاہتا ہے تاکہ مستقبل میں فلسطینی اس پر دعویٰ نہ کرسکیں۔ اسی لیے علاقے میں مزید یہودی آباد کیے جارہے ہیں۔ یہی وہ پالیسی ہے، جس کے ذریعے یہودیوں نے فلسطینیوں کے علاقوں پر قبضہ جمایا اور پھر انہیں بے گھر کر دیا۔

قبائلی علاقوں میں القاعدہ کے رہنما

پاکستان میں برطانیہ کے ہائی کمشنر رابرٹ برنکلے نے الزام لگایا ہے کہ قبائلی علاقوں میں القاعدہ کے اہم رہنما چھپے ہوئے ہیں اور برطانیہ میں مقیم انتہا پسندوں سے ان کے رابطے ہیں۔ یہ رہنما انہیں خیالات، نظریات اور کبھی کبھی (دہشت گردانہ) سرگرمیوں کے لیے تربیت فراہم کرتے ہیں۔ انہوں نے حکومت پاکستان پر زور دیا کہ وہ قبائلی علاقہ جات سے القاعدہ رہنما نکالنے کے لیے ٹھوس اقدامات کرے۔

اتر پردیش میں دلتوں کی کامیابی

بھارت کے سب سے بڑے صوبے، اتر پردیش کے صوبائی انتخابات دلت، بہوجن سماج پارٹی نے جیت لیے ہیں جس کی سربراہ مایاوتی ہیں۔ مسلمانوں نے اسی پارٹی کو بڑی تعداد میں ووٹ ڈالے۔ اور اس نے 402 میں سے 206 نشستیں جیت لیں۔ انتخابات سے زیادہ نقصان بھارتیہ جنتا پارٹی کو پہنچا، جس نے مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف جذبات ابھار کر انتخابی مہم چلائی تھی مگر اُسے بری طرح ناکامی ملی۔ اس بار وہ 50 نشستوں سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ بھارتی مسلمانوں کے لیے یہ اچھی خبر ہے۔ جو بی جے پی کے ہتھکنڈوں سے بہت تنگ ہیں۔

ترکی میں اسلام پسندوں کی فتح

پارلیمنٹ سے غیر حاضر ہو کر سیکولر جماعتوں نے گو فتح حاصل کر لی تھی مگر یہ عارضی ہی ثابت ہوئی۔ ترکی کی اسلام پسند برسر اقتدار جماعت کے امیدوار وزیر خارجہ عبداللہ گل جب کورم پورا نہ ہونے سے صدر منتخب نہ ہوسکے، تو جماعت نے ایک آئینی ترمیم پارلیمنٹ میں پیش کر دی۔ ترمیم یہ تھی کہ عوام کو صدر منتخب کرنے کا اختیار ملنا چاہیے۔ فی الوقت ترک پارلیمنٹ اس کا انتخاب کرتی ہے۔ ترک پارلیمان نے دو تہائی ووٹوں کی اکثریت سے یہ آئینی ترمیم منظور کر لی۔

اب اس پر ترک صدر احمد سیزر نے دستخط کرنے ہیں۔ خیال ہے کہ وہ اسے ویٹو کریں گے۔ اس صورت میں حکمران جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ آئینی ترمیم کو پارلیمان سے منظور کرا کر دوبارہ صدر کے پاس بھیجے گی تاکہ وہ آئین کا حصہ بن سکے۔ اب صدر سیزر کو دستخط کرنے پڑیں گے یا وہ ترمیم کے سلسلے میں ریفرنڈم کرانے کا اعلان کریں گے۔

سیکولر فوج اور عدلیہ کے نزدیک یہ اسلام پسند جماعت کا ایک اور وار ہے۔ لیکن حکمران پارٹی کا کہنا ہے کہ وہ اس ترمیم کے ذریعے ترک آئین کو زیادہ جمہوری بنانا چاہتی ہے۔

پہلے مسلمان اسکاٹش رکن

پچھلے دنوں اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ کے انتخابات ہوئے، تو ایک نشست سے جناب بشیر احمد بھی منتخب ہوئے۔ آپ اسکاٹش پارلیمان کے رکن بننے والے پہلے ایشیائی ہیں۔ بشیر احمد کا تعلق پاکستان سے ہے۔

A majority of the masses are coming to the rude realization that today's inequalities and poverty at global and local levels stem from the prevailing rule of law and governing systems put in place over the last seven centuries by wealthy and powerful colonialists.

The first of those seven hundred years saw plunder by trade between city states and the countryside and the slow evolution of the current rule of law.

Then came a long four hundred years of battle between the colonial empires. Only after WWII did these imperial nations ally together to maintain control over the rest of the world. The resulting economic power structure they realized allowed them to quit fighting each other and ally together to maintain their monopoly position. That alliance is desperately attempting, world-over, to sustain both its international rules of law (plunder by trade) and its internal rule of law (control of domestic populations).

It follows therefore that an alternative path is not going to arise out of the very elements that have huge stakes involved in maintaining the status quo.

An intelligent response to global "jihadism" lies in listening to non-Muslims demand for economic democracy and Muslims demand for exercising their right to self-determination. Muslims engaged in the struggle for self-determination don't want puppet regimes and foreign interference in their internal affairs. These two elements are needed for what non-Muslim researchers are rightly pointing out as monopolization of land, technology, and finance capital; plunder by trade, and imperial democracy. It is time colonialists start listening to what majority of Muslims and non-Muslims have to say as a result of growing awareness.

Refer to Abid Ullah Jan's book, "After Fascism: Muslims and the Struggle for Self-determination" on this subject. He also co-authored "The Ultimate Tragedy: Colonialist rushing to global War to Save the Crumbling Empire," to elaborate these points.

آیئے سمجھیں کہ

1۔ ربّ کسے کہتے ہیں؟ 2۔ رسول اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت کیا ہے؟
3۔ ہماری اصل منزل کیا ہے؟ 4۔ قرآن سے ہدایت کیسے مل سکتی ہے؟
5۔ ہمارے دینی فرائض کیا ہیں؟ 6۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کیسے ہو سکتی ہے؟
اور
7۔ کیا پاکستان معجزہ ہے، اور ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں؟

یہ جاننے کے لیے
قرآن اکیڈمی ملتان میں ہونے والے سات روزہ
فہم دین پروگرام کی آڈیو اور ویڈیو CDs طلب کریں۔

قیمت فی سی ڈی: -/30 روپے
سپیشل آفر مکمل سیٹ (08) سی ڈیز: -/200 روپے

مقررین
☆ ڈاکٹر عبدالسمیع ☆ رحمت اللہ بٹر
☆ مختار حسین فاروقی ☆ شجاع الدین شیخ
☆ خالد محمود عباسی ☆ حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
اور
ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

اپنا آرڈر آج ہی بُک کروائیں۔

قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی نزد ملتان لاء کالج بوسن روڈ ملتان
فون 061-6520451 موبائل: 0300-7309617

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No.19

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

ABID ULLAH JAN

Finding an intelligent alternative to the war of terrorism

The misconceptions about Islam, "Islamism," al-Qaeda and "jihadism" are so well consolidated that there are no signs of any change in the foreign policies of Western capitals in the near future. Nevertheless, it is time for those, who believe the war on terrorism is wrong and misdirected, to understand what policy changes are actually needed to address the well-entrenched fear of "jihadism."

The starting point of that understanding will be a recognition that America's efforts to crush the imaginary al Qaeda have had the opposite effect. Contrary to what analysts like Bruce Riedel in May/June 2007 edition of Foreign affairs tells us about the gaining strength of Al-Qaeda, the reality is that it is not the ideology of Al-Qaeda that is strong than ever, it is a resistance to the centuries old injustice, oppression and continued colonialism that is getting stronger.

It is misleading to ask: Is challenging Al-Qaeda and the philosophy it espouses a task that the United States is competent to assume? The right question is: What is it that turns hundreds if not thousands of people against the US and its allies on daily basis? Why are thousands out there ready to give life? Is it only the wish to win virgins in paradise or there is something more to it?

Thus far, the paradigm that has dominated the U.S.'s so-called counter-terrorism strategy is that of defining the enemy, its intentions and future plans out of context and then move on to crush the enemy. The war on terrorism has been engaged as though it was somehow akin to the World Health Organization's campaign to eradicate smallpox -- even though everyone knows that labelling a people terrorists and killing them in mass does nothing to remove the problems that are leading to resisting the US and its allies in the first place. The so-declared war on terrorism has absolutely not served as the "greatest terrorist recruiting exercise in history" as someone has put it. It is simply subjecting tens of millions Muslims to direct colonialism once more and awakening many more to realise the depth of perpetual exploitation at the hands of systems established by former colonial centres.

As a campaign of subjecting Muslims to the will of Washington the war of terrorism has been worse than a failure.

An intelligent response to the so-called "revolutionary jihadism" must not begin with asking, what would make a "terrorist" choose a different vocation? It must begin with, how does one become a "terrorist" in the first place? This question would lead to the acknowledgment that what is considered as "revolutionary jihadism" is not a vocation.

The willingness to die in the service of a greater cause and a level of passion and intentionality does not come without a serious reason. If merely the desire to have virgins in paradise were the cause of motivation, out of 1.4 billion Muslims, we would have seven billion people ready to blowing themselves up any time. However, as the latest, neglected EU Terrorism Situation and Trend Report 2007 from Europol suggest, that is not the case.

Once this conception is thrown out of the window that there is no place for suicide in Islam, nor millions of Muslims bent upon committing suicide, energies could be redirected to understanding the reality and finding the right solution. The idea that the so-labelled extremists can be persuaded to opt for moderation without their core sense of deprivation and alienation still being served is simply unrealistic.

We must know that "revolutionary jihadism" is not fuelled merely by the sense that Islam is under threat from infidels and that the political regimes and religious establishment across the Muslim world do not serve as defenders of the faith. The problem lies in the 800 years of direct and indirect colonialism and the systems of mass exploitation it has established.

It is not Muslims who are diligently involved in exposing the roots of disparity, the causes of injustice and mechanisms of exploitation which the imperial centres in the West are employing. It is non-Muslim scholars such as J. W. Smith, author of the Economic Democracy and founder of the Institute of Economic democracy, who are underlining the root causes of resistance in the Muslim world. Muslims under direct occupations in Palestine, Iraq, Afghanistan, Chechnya and Kashmir are reacting to the immediate oppression the face. They just don't understand the 800 years history, approach, system and tools of colonialism, which non-Muslim scholars are exposing.

So it is not the so-painted international terrorist network of Muslims, which the US and its allies couldn't succeed to eradicate in the past five years. It is that the colonial systems of exploitation are being exposed in this age of information.

The more we see the façade of sham democracy crumbling before our eyes, the more we realize that there is no real democracy in practice anywhere in the world. Over the last seven hundred years a 'democratic' façade has been used to mask the political and economic exploitation of the weak and the vulnerable.